"یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ"

اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو استطاعت رکھتا ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ نکاح کرلے

نکاح میں تاخیر کیوں؟

افادات

مُفتی مُحمّد طارق مَسعود صاحب دامت برکاتہم

جمع وترتیب

ابو درداء عراقی

ناشر مکتبۃ العراق جمشید پور

"یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ"

اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو استطاعت رکھتا ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ نکاح کرلے

نِکاح میں تاخیر کیوں؟

افادات

مُفتی مُحمّد طارِق مَسعُود صَاحب دامت بَرکاتُہم

جمع وترتیب

اَبُودَرداء عِراقی

ناشر مکتبۃ العراق جمشید پور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب: ______ نکاح میں تاخیر کیوں؟

افادات: ______ مفتی محمد طارق مسعود صاحب دامت برکاتہم

جمع وترتیب: ______ ابودرداء عراقی 7870206544

تصحیح: ______ مفتی عقیل الرحمٰن خیالی قاسمی سیتامڑھی

مدرس مدرسہ تحفیظ القرآن سمن پورہ، راجابازار، پٹنہ

کمپوزنگ وسیٹنگ: ______ مفتی عبداللہ سہیل، تاج کمپیوٹر ضلع سہارنپور

صفحات: ______ ۱۷۰

اشاعت: ______ رجب المرجب ۱۴۴۲ھ مطابق فروری ۲۰۲۱ء

تعداد اشاعت: ______ ۱۱۰۰

ناشر: ______ مکتبۃ العراق، جواہر نگر مانگو، جمشید پور

کتاب حاصل کرنے کے پتے:

مفتی سلمان فلاحی میمن کالونی جوگیشوری ویسٹ ممبئی 7208329097

(مولانا) عبداللہ شیر خان متعلّم دارالعلوم دیوبند 7830395717

حافظ فرقان خیرآباد (یوپی) 6389544585

محسن شاہ امراوتی مہاراشٹرا 9607676799

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	تقریظ: حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند	۶
۲	تقریظ: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند	۷
۳	تقریظ: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد	۸
۴	دُعائیہ کلمات: حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلی استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند	۱۱
۵	دُعائیہ کلمات: حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری دامت برکاتہم العالیہ	۱۲
۶	پیش لفظ	۱۳

فصل اول

۷	نکاح کے چند مقاصد	۲۰
۸	نکاح کے چھ اقسام ہیں	۲۳
۹	نکاح ہی ضروری کیوں؟	۲۴
۱۰	نکاح کے چند فوائد	۲۶
۱۱	نکاح انسان کی فطری وطبعی ضرورت ہے	۲۷
۱۲	’’غربت‘‘ نکاح میں رُکاوٹ ہرگز نہیں	۳۰
۱۳	آج کے دور میں غریب کون ہے؟	۳۱
۱۴	نکاح کے اوپر قدرت نہ ہونے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟	۳۲
۱۵	رشتہ نہ ملے تو اپنا معیار کم کردیں	۳۴
۱۶	شریعت کی نظر میں غربت نکاح پر مزید اُبھارنے کا سبب ہے	۳۷

۱۷	دورِ نبوت میں مفلس ترین شخص کے نکاح کی ایک عجیب مثال	۴۴
۱۸	آغازِ جوانی میں نکاح کا خیال آتا ہی نہیں اگر آ بھی جائے....	۴۸
۱۹	انسانی فطرت میں دو مادّے ودیعت کئے گئے ہیں	۴۹
۲۰	مہنگائی میں اضافہ نکاح میں رُکاوٹ کا سبب نہیں	۵۰
۲۱	کیا نکاح تعلیم میں حرج ہے؟	۵۲
۲۲	حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی بیٹی کی شادی کیسے ہوئی؟	۵۴
۲۳	ہمارے بڑوں کا کم عمری اور طالب علمانہ زندگی میں نکاح	۵۷
۲۴	بروقت نکاح نہ کرنے کے مفاسد، سدباب اور اسباب وعلاج	۶۲
۲۵	نکاح میں تاخیر کرنا رِواج بنتا جارہا ہے	۶۷
۲۶	نکاح میں تاخیر کی چند بڑھتی ہوئی وجوہات	۷۰
۲۷	ایک ۲۶ رسالہ نوجوان کا واقعہ	۷۴
۲۸	دستک دینا ہر مرد کی فطرت ہے اور دَروازہ نہ کھولنا عورت کا حسن	۷۶
۲۹	پسند کی شادی (Love Marriege)	۷۸
۳۰	مجازی محبوب بدل سکتا ہے لیکن.......!	۸۰
۳۱	پہلا خط: ایک ۲۵ رسالہ بارہویں جماعت کے طالب علم کی پکار	۸۳
۳۲	دوسرا خط: ایک ۲۶ رسالہ مظلومہ لڑکی کی پکار	۸۵
۳۳	ایک خاتون کا درد بھرا خط	۸۸
۳۴	انڈین چلڈ میرج کا سرسری جائزہ	۹۱

فصـــــــــل دوم

۳۵	رشتہ جوڑنے میں افراط وتفریط	۹۵
۳۶	رشتہ کرنے کے آداب	۹۷

٣٧	کفوٴ پانچ باتوں میں	١٠٢
٣٨	منگنی کی شرعی حیثیت	١٠٥
٣٩	نکاح کے آداب	١٠٧
٤٠	لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھانے کا حکم	١١٠
٤١	رُخصتی کا اسلامی طریقہ	١١٣
٤٢	جہیز کی شرعی حیثیت	١١٤
٤٣	کن کن عورتوں سے نکاح حرام ہے؟	١١٥

فصل سوم

٤٤	ایک سے زائد بیویاں اسلام کی نظر میں	١١٨
٤٥	قرآنِ مجید میں ایک سے زائد نکاح کی اجازت	١٢٠
٤٦	صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک سے زائد بیویاں	١٢٣
٤٧	ایک بیوی پر اکتفاء کرنے والے پر حکمائے زمانہ کے اقوال	١٢٤
٤٨	مرد کو دوسری بیوی کی ضرورت کیوں؟	١٢٦
٤٩	عورتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد	١٢٧
٥٠	وحدتِ ازدواج اور تعددِ ازدواج کے درمیان مقابلہ نہیں	١٣٠
٥١	تعددِ ازدواج میں عدل لازم ہے	١٣٢

فصل چہارم

٥٢	خاندانی منصوبہ بندی (Family Planning)	١٣٥
٥٣	بچے سراپا رحمت و برکت ہیں	١٤١
٥٤	انبیاء علیہم السلام اور صحابۂ کرامؓ کی کثرتِ اولاد	١٤٤
٥٥	**خاتمہ:** بچیوں کیلئے رخصتی کے وقت نصیحتوں کا گلدستہ	١٤٧

تقریظ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

’’نکاح میں تاخیر کیوں؟‘‘ عزیز گرامی مولانا ابودرداء عراقی جمشید پوری کی تازہ تصنیف ہے، کتاب کا موضوع بھی اہم ہے اور اس کے مشمولات بھی مفید، مؤثر اور معلومات افزاء ہیں، یہ حقیقت ہے کہ نکاح میں تاخیر کی وجہ سے بہت سے اخلاقی، معاشرتی اور نفسیاتی مسائل پیدا ہوتے ہیں، اسی لئے قرآن وحدیث میں مختلف مواقع پر بروقت نکاح کرنے کی تاکید وارد ہوئی ہے۔

پیش نظر کتاب میں اس مسئلہ کا ہر جہت سے جائزہ لیا گیا ہے، امید ہے کہ حوالہ جات سے مزین ہوکر اور تصحیح کے اہتمام کے ساتھ شائع ہوکر یہ کتاب اہل علم اور دیندار طبقہ میں مقبول ہوگی، اور بہت سے لوگوں کو اپنی اولاد کے بروقت نکاح کی ترغیب دینے میں مؤثر کردار ادا کرے گی۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائے، اور مزید علمی ودینی کام کی توفیق بخشیں۔

آمین یارب العالمین

والسلام

ابوالقاسم نعمانی

دارالعلوم دیوبند ۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ

تقریظ

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث دار العلوم دیو بند

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ أما بعد!

جناب مولانا ابو درداء عراقی جمشید پوری ماشاء اللہ ایک محنتی، حوصلہ منداور علمی ذوق کے حامل نوجوان عالم ہیں، اور جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس وقت ان کی مرتب کردہ کتاب ''نکاح میں تاخیر کیوں؟'' میرے پیش نظر ہے، اپنے امراض اور مشاغل کے باوجود اسے کہیں کہیں سے دیکھا، بلکہ اس کی بعض فصلیں پوری پڑھ ڈالیں، اپنے حالات کی مجبوری سے اس سے زیادہ نہیں دیکھ سکا، ورنہ جی چاہتا تھا کہ کچھ اور پڑھوں، کتاب مواد سے بھرپور اور پیرایہ بیان بہت خوب ہے، پھر موضوع کے انتخاب میں بھی ذہانت وبصیرت چھلکتی ہے، کون نہیں جانتا ہے کہ آج ہمارا معاشرہ اوروں سے متأثر ہوکر حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی اس سنت کی ادائیگی سے بلاوجہ تاخیر کرتا ہے، اور نہ جانے کتنی خرابیوں میں مبتلا ہوتا ہے۔

پوری کتاب چار فصلوں پر مشتمل ہے اور ہر فصل علمی فوائد سے معمور ہے، نیز اس بات کو ملحوظ کیا گیا ہے کہ قاری کسی موقع پر تشنگی محسوس نہ کرے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس علمی ودینی کاوش کو شرفِ قبولیت سے ہم کنار فرمائیں، اور نوجوانانِ ملت کو اس کو مطالعہ اور اس کے مضامین پر عمل کی توفیق ارزانی کریں۔

(مولانا) حبیب الرحمٰن اعظمی

دار العلوم دیو بند ۱۰ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب دامت برکاتہم

ناظم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد، سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ وأصبحابہ أجمعین۔ أمابعد

نکاح زندگی کی ایک اہم ضرورت اور فطری حاجت ہے، جس کے تقاضے اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کے اندر رکھے ہیں، نکاح کا مقصد جہاں قلبی سکون حاصل کرنا اور اولاد کا حصول ہے، وہیں سب سے اہم مقصد عزت وآبرو کی حفاظت ہے، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**فانہ أغض للبصر وأحسن للفرج**" لڑکا ہو یا لڑکی جبکہ وہ بلوغ کی عمر کو پہنچ جائے تو نکاح کی رغبت ان کے اندر پیدا ہونے لگتی ہے، اور عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اس رغبت میں شدت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے، جو شباب کا ابتدائی دور ہے، پندرہ سال سے لے کر پچیس سال تک کے عرصہ میں انسان کے اندر جذبات زیادہ شدید ہوتے ہیں، اور غلط صحبت میں پڑ جائیں تو اندیشہ ہوتا ہے کہ خدانخواستہ وہ گناہ کے راستے پر نہ چلے جائیں۔

حدیث میں یہ بات بھی فرمائی گئی ہے کہ اگر ماں باپ کی غفلت اور بے توجہی کی وجہ سے نکاح میں تاخیر ہوئی، اور وہ گناہ میں مبتلا ہو گئے تو اس گناہ کی سزا ان کو بھی ملے گی، ان کے ماں باپ کو بھی ملے گی، خاص کر موجودہ حالات میں فواحش کی کثرت اور بُرائیوں کی طرف، بے حیائیوں کی طرف دعوت دینے والے وسائل کی بہتات صنفی جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں۔

اس پس منظر میں اسلام نے حکم دیا ہے کہ نکاح وقت پر کیا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوّج" اے نوجوانو! تم میں سے جو شادی کی ضروریات کو پورا کرسکتا ہو، اس کو چاہئے کہ وہ جلد سے جلد نکاح کرلے" آج کل تعلیم ملازمت گھر کی تعمیر وغیرہ کے بہانے شادی میں بہت تاخیر کی جاتی ہے، لڑکوں کی بھی اور لڑکیوں کی بھی یہ غیر اسلامی سوچ ہے، اوراس سے معاشرہ میں اخلاقی بگاڑ بڑھ رہا ہے۔

اسی موضوع پر اس وقت میرے سامنے مولانا ابو درداء عراقی کی یہ کتاب ہے "نکاح میں تاخیر کیوں؟" یہ اسی صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے:

فصل اول: میں مصنف نے نکاح کے مقاصد پر بھی روشنی ڈالی ہے، کن حالات میں نکاح کا کیا حکم ہوگا، کب نکاح کرنا فرض ہے، کب واجب ہے اور کب سنت یا مباح ہے، یا مکروہ اور حرام ہے؟

فصل دوم: میں رشتہ کرنے کے آداب، نکاح میں کن کن باتوں کا خیال رکھنا چاہئے، تقریب نکاح کس طرح انجام دی جائے، لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھانے کا کیا حکم ہے، اس پر گفتگو کی ہے۔

فصل سوم: تعدد ازدواج (انبیاءؑ وصحابہؓ کی عظیم سنت رہی ہے، اور موجودہ دور میں یہ سنت حد درجہ کو پہنچ چکی ہے، اور یہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، اور وحدتِ ازدواج پر اکتفاء کرنے کی صورت میں عورتوں کے حقوق کو زبردست پامال کیا جارہا ہے) سے متعلق ذکر کئے گئے ہیں۔

فصل چہارم: میں خاندانی منصوبہ بندی (یہ ایسا مسئلہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اس بات پر متفق ہوتی چلی جارہی ہے کہ ہم دو ہمارے دو، ہی کافی ہے اور زوجین دو سے زائد بچوں کی کفالت، پرورش، تعلیم وتربیت کے لئے تیار نہیں) سے

متعلق ذکر کئے گئے ہیں۔

افسوس! کہ مجھے اپنی عدیم الفرصتی کی وجہ سے پوری کتاب دیکھنے کا موقع نہیں ملا لیکن فہرست بھی دیکھی اور ایک طائرانہ نظر کتاب پر بھی ڈالی، میرا خیال ہے کہ یہ اس موضوع پر ایک مفید تحریر ہے اور سماج کے ایک سلگتے ہوئے موضوع پر قرآن وحدیث کی ہدایات، فقہاء کی تصریحات نیز سلف صالحین اور بزرگوں کے تجربات، اور سماجی حالات کے پس منظر میں بہتر طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو لوگوں کے لئے نافع بنائے، اور مؤلف عزیز کو مزید علمی ودینی کاموں کی توفیق میسر ہو۔

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ وأصحابہ أجمعین والحمدللہ رب العالمین

(حضرت مولانا) خالد سیف اللہ رحمانی
خادم المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد

دُعائیہ کلمات

حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب تاؤلی استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند

الحمد لاهله والصلاة على اهلها۔ أما بعد!

آج کے اس پُرفتن دور اور ماڈرن زمانے میں بے حیائی وفحاشی کے سیلابِ بلاخیز نے نسل نو کو عمومی طور پر اس بری طرح لپیٹ میں لے لیا ہے جس کی مثال دنیا کی گذشتہ ہزاروں سالہ تاریخ میں شاید نہ مل سکے، موبائل اور ٹیکنالوجی کی رستاخیزی نے خصوصاً نوجوان طبقے کو بہت متاثر کیا ہے، بدکاری اور عصمت دری کے دن، دل دوز سانحے اور قلب وجگر کو جھنجھوڑ دینے والے واقعات کی شرح روز افزوں ہے۔ وقت کی ضرورت ہے کہ امّت مسلمہ اپنی نوخیز نسلوں کی حفاظت کے لئے کتاب وسنت کی روشنی میں ٹھوس اقدامات اختیار کرنے کے لئے کمر بستہ ہوجائے، جس کے لئے معاشرے میں نکاح کو جلدی، عام اور آسان کرنے کی تحریک کو بیدار کیا جائے تاکہ سرمایۂ قوم وملت کی حفاظت ہوسکے اور ترقی کی راہ کھل سکے۔

عزیزم ابو درداء عراقی کی کتاب ’’نکاح میں تاخیر کیوں؟‘‘ کے چیدہ چیدہ مقامات دیکھنے کا موقع ملا، دیکھ کر طبیعت خوش ہوئی کہ موصوف معاشرے میں رِواج پذیر بُرائیوں پر قدغن لگانے کے لئے فکر مند ہے، ماشاء اللہ موصوف نے محنت کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو ان کے لئے دارین کی کامیابی کا وسیلہ وذریعہ بنادے۔ آمین ثم آمین

(حضرت مولانا مفتی) محمد یوسف ــــــ (صاحب) تاؤلی

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

شب جمعہ یکم جمادی الاول ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۷؍ دسمبر ۲۰۲۰ء

دُعائیہ کلمات

حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری دامت برکاتہم العالیہ

استاذ الحدیث دار العلوم دیوبند وخلیفہ ومجاز حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی

حامداً و مصلیاً۔ أما بعد!

''نکاح میں تاخیر کیوں؟'' ایک مختصر اور مفید رسالہ ہے، جو عزیزم مولوی ابودرداء عراقی جمشید پوری سلّمہٗ اللہ نے مرتب کیا ہے، اس میں انہوں نے نکاح کے موضوع پر نہایت ضروری اور مفید باتیں جمع کردی ہیں، خاص طور پر جو رسالہ کا عنوان ہے ''نکاح میں تاخیر کیوں؟'' اس موضوع پر مرتب سلّمہٗ نے بجا طور پر زور دیتے ہوئے، نکاح میں دیر کرنے کے نقصانات واضح کئے ہیں۔

ساتھ ہی نکاح سے متعلق دیگر ضروری معلومات بھی پیش کی ہیں، خاص طور پر تعددِ ازدواج اور فیملی پلاننگ جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی ہے، نیز نکاح سے متعلق کچھ ضروری احکام ومسائل بھی بیان کردیئے ہیں، مجموعی اعتبار سے نکاح کے موضوع پر یہ ایک مفید اور مؤثر رسالہ ہے، جس پر مسلمانوں کو خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

مرتب سلّمہٗ دور طالب علمی ہی سے لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں، اس سے پہلے بھی اُن کے قلم سے کئی مفید چیزیں سامنے آچکی ہیں، جو ان کی محنت اور حسنِ ذوق کی آئینہ دار ہیں۔ دعاء ہے کہ اللہ رب العزت عزیز موصوف کے علم وعمل میں برکت فرمائے، اور مزید علمی ودینی خدمات کی توفیق سے نوازے۔ آمین

والسلام

(حضرت مولانا) محمد سلمان غفرلہٗ

۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۲ھ

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمدللہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علیٰ رسوله محمد وآله وأصحابه أجمعين۔ أما بعد!

میں اس کاوش کو پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر گزار ہوں، کہ اس کی بے پناہ رحمتوں اور نوازشوں کے سبب ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھانے کے قابل ہوا، جس کو معاشرہ میں اور حکومتی وعوامی سطح پر نظر انداز ہی نہیں بلکہ اس کے تئیں غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے، کہ جلد نکاح کی صورت میں بہت سارے نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، جب بھی کسی سے جلد نکاح کی بات کی جائے تو ان کی پیشانی پر بَل پڑنے لگتے ہیں، اور چہروں پر ایک عجیب سی ناگواری اور حیرت کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں، حتیٰ کہ بعض اہل علم بھی اس قسم کے تذکرہ پر حیران وپریشان ہوتے نظر آتے ہیں، کیوں کہ آج معاشرہ میں بلوغت کے بعد جلد نکاح کو انوکھی اور نئی چیز تصور کیا جارہا ہے، جب بندہ نے ”جلد نکاح کرنے“ کے موضوع پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی تو پَرائے کیا اپنے ہی نالاں دکھائی دیئے جانے لگے۔

نکاح نسل انسانی کی بقاء کا ذریعہ ہے، یہ وہ عمل ہے جو حضرت آدمؑ سے شروع ہوا، قیامت تک اور جنت میں بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا، اس سے انسانی مزاج میں اعتدال پیدا ہوتا ہے، یہ نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے، نکاح ہی کے ذریعہ انسانی معاشرہ تشکیل پاتا ہے، میاں، بیوی، بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی وغیرہ کا رشتہ قائم ہوتا ہے، اس سے ایک دوسرے کے حقوق پہچانے جاتے

ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی، غم خواری، صلہ رحمی کرنا آسان ہوجاتا ہے، اسی لئے شریعت مطہرہ نے نکاح کی ترغیب دی ہے، جنسی بے راہ روی کو حرام قرار دیا ہے اور نسل انسانی کی افزائش کے جائز طریقہ (نکاح) کے علاوہ شہوتِ رانی کے ہر طریقہ کی حوصلہ شکنی کی ہے۔

لیکن دوسری طرف! جب سے مغربی مما لک میں صنعتی انقلاب اور مال و دولت کی ریل پیل شروع ہوئی، تو لوگ مال ومتاع کے حصول کی ہوس میں خواتین کو گھروں سے نکال کر بازاروں، دُکانوں، دفتروں، بینکوں اور شاپنگ مالوں میں گھسیٹ لائے تاکہ یہ بھی مردوں کے شانہ بشانہ کندھے سے کندھے ملا کر کام کریں، اور دنیا کی دولت جمع کریں، نیز دنیا کمانے کے ہنر سیکھنے سکھانے کے لئے اسکول وکالج اور یونیورسٹیاں وجود میں آئیں، یہاں پڑھ کر دفاتر، فیکٹری اور دیگر اداروں، تنظیموں میں ایک ساتھ کام کرنے میں مردوں وعورتوں میں بے محابا اختلاط ہونے لگا، جس سے عورتوں میں شرم وحیاء کا فطری مادہ مضمحل ہوگیا، معاشرہ جنسی آوارگیاں اور بے راہ روی کا شکار ہوگیا، جس کی وجہ سے معاشرہ میں بگاڑ اور فساد نے جنم لے لیا، امن وسکون جاتا رہا، اور اب یہی چیز دِیمک کی طرح مشرقی معاشرے کو بھی اندر سے کھوکھلا کرنے لگی ہے۔

مسلم نوجوان لڑکے لڑکیاں اسکول وکالج کے آزادانہ ماحول میں تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے آزاد خیالی، مذہب بیزاری اور ذہنی آوارگی کا شکار ہو چکے ہیں، اور نکاح کے انتخاب کے سلسلہ میں جو ذمہ داری والدین اور سرپرستوں کی تھی، اس کی جگہ کورٹ میریج (Court Marriage) نے لے لی، جس کی وجہ سے طلاق وخلع کی وارداتیں جو اِکّا دُکّا پیش آیا کرتی تھیں، اب روزمرہ کے مسائل ہو چکے ہیں۔

"حال ہی میں سعودی محکمہ شماریات نے بیان میں کہا کہ سعودی عرب میں ہر گھنٹے طلاق کے سات واقعات رکارڈ پر آرہے ہیں،

دس شادیوں میں سے تین کا نتیجہ طلاق کی صورت میں برآمد ہورہا
ہے یعنی ایک تہائی شادیاں ناکام ہورہی ہیں''۔ (الجمعیۃ نئی دہلی:
ص ۸، ۲۹ر جنوری ۲۰۲۱ء)

الغرض! جب آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نکاح کا حکم قرآن بھی دیتا ہے، اور وہ بھی عین بلوغت ہی کے عمر کو نکاح کی عمر قرار دیتا ہے، اور اس کے جنسی وحسّی بہت سے فوائد بھی ہیں جو آپ دورانِ مطالعہ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

اولاً آج کل جلد نکاح کا رواج ہی ختم ہوتا جارہا ہے، اور اگر کوئی اس پر آمادہ ہو بھی جائے تو اسے شہوت پرست اور طنزیہ لہجہ میں یوں کہا جاتا ہے کہ ابھی تو جوانی کی دہلیز پر قدم ہی رکھا ہے، اپنی جوانی کی اُمنگ کو روک (Control) بھی نہیں سکتا، اس کے علاوہ ایسے سخت جملے کسے جاتے ہیں جن کو احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ ان کے طرزِ عمل سے بقول قرآنِ مجید "یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰاتِنَا" (قریب ہے کہ یہ برس پڑیں ان لوگوں پر جو انہیں ہماری آیت پڑھ کر سنا رہے ہیں) کا منظر سامنے آجاتا ہے۔

یہ ردّ عمل عموماً خاندان اور پڑوسیوں کی طرف سے ہوتا ہے، ان حالات میں ظاہر ہے کہ ایک نوعمر جسے خواہ مخواہ پریشان کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے نکاح کرنا نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ماحول نہ ہونے کے باعث لوگ عامۃً شرم وحیا محسوس کرتے ہیں۔ اسی لئے بندہ کا ارادہ ہوا کہ اس سلسلے میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی کے طور پر اصلاحِ معاشرہ کی ایک کڑی بعد از بلوغ جلد نکاح کے رواج کو عام کیا جائے، لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی اندیشہ ہوا کہ اپنے ہی لوگوں کی طرف سے انگلی اٹھائی جائے گی اور ابھی سے اٹھائی جارہی ہے، تو میرے ساتھی (مولانا) عبدالسبحان بیگوسرائے نے اس کا ردّ اور حل یوں پیش کیا:

''یہ اعتراض آپ کے ذہنی تناؤ اور دوسروں کی طرف سے مزاحیہ جملے طور پر ہو سکتے ہیں، جیسے یہ اعتراض کہ ''تصنیف کتاب'' علامہ کو زیب دیتا ہے، آپ تو علم کے ابتدائی مرحلے میں حیراں و سرگشتہ ہیں، آپ تصنیفی عمل کو اختیار کر کے خود کی تشنگی کیوں بجھا رہے ہیں، تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی قدر قابل اعتنا اعتراض نہیں ہے، قائل وسائل کی ذہنی کشیدگی اور اُلجھن اس سے واضح ہوتی ہے۔

دوسری بات کسی دعوتی نقطۂ نظر سے کارِ خیر کے ترغیبی پہلو کو اُجاگر کرنے کے لئے اس وصف سے اتصاف مقصود نہیں ہوتا، بلکہ جمیع الناس کی رہبری خلاصۂ دعوت ہوتی ہے، ''جو قلم کار کی قلمی روح اور مزاج ہونا چاہئے''۔

چنانچہ اسی لئے بندہ نے چاہا اور اہل علم حضرات کو دیکھا سُنا کہ وہ بھی معاشرے میں رواج پذیر ان منکرات کو روکنے کے لئے تحریر و تقریر کے ذریعے اپنی توانائیاں صرف کر رہے ہیں، انہیں میں سے سرفہرست حضرت مولانا مفتی محمد طارق مسعود صاحب حفظہُ اللہ ہیں۔ بندہ بھی ایک مدت تک حضرت کی کتاب ''ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟'' اور ان کے روز مرّہ کے بیانات سے مستفید ہوتا رہا، اور پھر یہ داعیہ پیدا ہوا کہ انہی کے مواد کو مدنظر رکھتے ہوئے ''تعجیل نکاح'' کے موضوع پر ایک تحریر مرتب کروں، اور بحمد للہ جب یہ رسالہ (نکاح میں تاخیر کیوں؟) مرتب ہوا، تو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں اس کا مسودہ پیش کیا، آپ نے حوصلہ افزائی کی اور دعاؤں سے نوازا، ان دِنوں مفتی صاحب کی طبیعت علیل چل رہی تھی، "Covid 19" کی لپیٹ میں آگئے تھے، اس لئے آپ اس پر کچھ تحریر نہ فرما سکے۔

احقر نے اپنی بساط بھر کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں کوئی بنیادی تشنگی باقی نہ رہے، اور قلم راہِ حق سے ہٹنے نہ پائے، جہاں تک کوئی روایت نقل کی ہے اسے صرف اس خوف سے کہ مبادہ الفاظ میں ہیر پھیر ہو، یا کسی لفظ کے ترجمے میں اُلٹ پھیر

ہو جائے، ماخذ ہی کے الفاظ اٹھا کر رکھ دیئے ہیں، لیکن میں ایک انسان ہی ہوں، کوئی چیز ادب کی ترازو سے نکل گئی ہو یا عبارت کے لہجہ میں پھانس آ گئی ہو، تو آپ سے درخواست ہے کہ اگر کوئی قابل اصلاح و ترمیم یا قابل حذف و اضافہ بات نظر آئے، تو تنقید کا نشانہ بنانے کے بجائے ازراہِ خیر خواہی مرتب کو اطلاع کر دیں، تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جا سکے، ہم آپ کے مشوروں کے لئے چشم براہ ہیں۔

اخیراً میں تمام حضرات کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے ہر مرحلہ میں دامے، درمے، قدمے، سخنے کسی بھی نوعیت سے اپنا تعاون پیش کیا۔ باری تعالیٰ سب کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر عطا فرمائے، اس رسالہ کو مسلمانانِ عالم کے لئے نافع بنائے اور اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ بجاہ النبی الکریم

والسلام

(بندہ) ابودرداء ابن (حافظ) عزیر احمد عراقی

۲۱ر جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ بروز جمرات ۱ بجے

مطابق ۴ر فروری ۲۰۲۱ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم أمابعد!

کارِ خیر اور عمل صالح کسی عمر کے ساتھ خاص نہیں ہے، ایسے ہی کارِ بد اور عمل فاسد بھی کسی عمر کے ساتھ۔ اگر نیکوکاروں کی تلاش کی جائے تو اطفال، شباب اور شبان (بچے، جوان، بوڑھے) تینوں میں ایسے لوگ مل جاتے ہیں، عمومی طور پر بدکار بھی تینوں میں مل جاتے ہیں، لیکن عمومی طور پر بدکار اور فاسدین کا جو گروہ نوجوان طبقے میں ہوتا ہے وہ اس قدر مہلک اور ضرررساں ہوتا ہے جو دوسرے طبقے میں نہیں ہوتا، کیوں کہ نوجوانوں کا نشہ، ولولہ، جوش اور اُمنگ بھی جوان ہوتا ہے جو عریانیت اور فحاشیت کو عزیز اور دوست رکھتا ہے، نوجوانوں میں بھی وہ نوجوان جو بے جوڑا ہو (جس کی شادی نہ ہوئی ہو) کیوں کہ اکثر و بیشتر شادی کے بعد نوجوانی یعنی آزادی کا پہیہ فکرمند راستہ طے کرنے لگتا ہے۔

لہٰذا اسی وجہ سے بعض گھروں میں لاپرواہ، کام چور، آوارہ اور عیاش بیٹے کی شادی اس کے والدین اسی لئے کرادیتے ہیں کہ شادی کے بعد یہ آوارہ گردی چھوڑ کر کام پر دھیان دے گا، تو گویا فتنہ پروری اور تعیش پرستی کا مزاج جو نوبلوغیت میں اپنی بے داغ جوانی کی دہلیز پر قدم رنجہ ہورہا ہو، ایسے وقت میں اسے عقد نکاح کے بندھن میں باندھ دیا جائے، تو یہ بھی برائی کے خاتمے اور ناقابل تلافی نقصان سے بچنے کا ایک بہترین علاج ہے۔

اسی وجہ سے شریعت کی تعلیم ہے کہ بالغ ہونے کے بعد نکاح میں تاخیر نہ ہو، اگر شریعت کے اس منشاء اور مزاج کو سمجھا جاتا اور یہی مزاج ایک دیندارانہ ماحول نے قبول کیا ہوتا تو شاید اس قدر فتنوں کو پنپنے اور اُبھرنے کا حوصلہ نہ مل پاتا، آج کل دیندار گھروں کا حال یہ ہے کہ وہ بلاوجہ نکاح میں تاخیر کرتے ہیں اور نکاح جیسی پاکیزہ

چیز کو دشوار سمجھتے ہیں۔

آج کے دور میں نکاح جیسی پاکیزہ چیز کو بوجھ سمجھا جارہا ہے جبکہ نکاح کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے: "حَتّٰى اِذَا بَلَغُ النِّكَاحُ"، اور حدیث شریف میں "فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجهُ" کا ذکر آتا ہے۔اسی طرح متعدد احادیث نبویہ میں جلد نکاح کرنے کی ترغیب آئی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ" اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرلے۔اس لئے کہ یہ (نکاح) نگاہوں کو جھکانے والا اور شرمگاہ کی (ناجائز کاموں سے) سب سے زیادہ حفاظت کرنے والا ہے، اور جو استطاعت نہ رکھے تو اسے چاہئے کہ (کثرت سے) روزہ رکھے، اس لئے کہ روزہ اس کی (قوتِ شہوانیہ) کو توڑ دے گا۔(صحیح بخاری:۵۰۶۶، ومسلم شریف:۱۴۰۰)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو سننے کے بعد (بلا تاخیر) فوراً نکاح کرلیا۔(مسلم)

☆☆☆☆☆

فصل اوّل
نکاح کے چند مقاصد

بچہ جب اپنے بلوغ کی عمر کو پہنچتا ہے تو شادی اس کی ایک بنیادی ضرورت بن جاتی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اَلنِّکَاحُ نِصْفُ الْاِیْمَان“ (مستدرک الحاکم:۲/۱۶۱) کہ نکاح آدھا ایمان ہے۔ ایک جگہ فرمایا: ”اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ“ (فتح الباری:۹/۱۱۷) کہ نکاح میری سنت ہے۔ اس سے انسان کا گھر آباد ہوتا ہے، نکاح کے بہت سے مقاصد وفوائد ہیں ان میں سے چند ذکر کئے جاتے ہیں:

پہلا مقصد: دلی تسکین کا حاصل ہونا ہے، اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں فرمایا: "وَمِنْ آیَاتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجاً لِّتَسْکُنُوْا اِلَیْهَا" (سورۃ الروم:۲۱) ترجمہ: اور یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تم میں سے تمہارے لئے تمہاری بیویاں بنائی تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔ بیوی کو خاوند کے ذریعہ سکون ملتا ہے اور خاوند کو بیوی کے ذریعہ سکون ملتا ہے، کیوں کہ شادی کا پہلا بنیادی مقصد تسکین قلب ہے۔

دوسرا مقصد: پاکدامنی ہے، شادی کے بعد انسان کے لئے پاکدامنی کی زندگی گزارنا کہ اپنے شوہر کے ذریعہ بیوی اور بیوی کے ذریعہ شوہر گناہوں سے بچے، اس لئے قرآنِ کریم نے دونوں کو ایک دوسرے کا لباس کہا: "هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ" (سورۃ البقرہ:۱۸۷) ترجمہ: جیسے لباس انسان کے جسم کے عیبوں کو ڈھانپ لیتا ہے اسی طرح شادی کے بعد انسان کے لئے گناہوں سے بچنا اور پاکیزگی کی زندگی

گزارنا آسان ہوجاتا ہے۔

تیسرا مقصد: انسانی نسل کی بقا ہے، چنانچہ طبرانی میں ابوحفصہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "تم اولاد کے حصول کو ترک مت کرو" بے اولاد آدمی جب مرجاتا ہے تو اس کا نام ونشان مٹ جاتا ہے۔

چوتھا مقصد: امت مسلمہ کی مضبوطی ہے، کہ ایمان والوں کی جتنی کثرت سے اولاد ہوگی امت مسلمہ اتنی ہی مضبوط ہوگی، حدیث میں ہے "تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم" (رواہ ابوداؤد:۲۰۵۰) ترجمہ: محبت کرنے والی اور کثرت سے بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو کیوں کہ قیامت کے دن میں تمہاری کثرت سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بخاری شریف میں ایک باب قائم کیا ہے "باب من طلب الولد للجهاد" کہ جو بندہ اپنی اولاد کے لئے یہ نیت کرے کہ اگر اولاد ہوئی تو میں انہیں دین کا مجاہد بناؤں گا، تو محدثین نے لکھا ہے کہ اگر اس کی اولاد نہ بھی ہوئی تو نیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو ثواب عطا فرمائیں گے، یوں سمجھئے کہ مسلم والدین ایمان والی امّت بنانے کی گویا ایک کارخانہ (Factory) ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اولاد عطا فرماتے ہیں اور وہ اولاد کلمہ گو اور امت مسلمہ کی مضبوطی کا سبب بنتی ہے۔

پانچواں مقصد: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل خوش کرنا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ بچے جننے والی ہوں۔

چھٹا مقصد: ایمان کو مکمل کرنا ہے، چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "النکاح نصف الایمان" (مستدرک الحاکم:۲/۱۶۱) ترجمہ: نکاح آدھا ایمان ہے۔ شادی سے پہلے انسان جتنا بھی نیک بن جائے، ابھی آدھے ایمان پر عمل کررہا ہے، نکاح ہوجانے کے بعد اب ایمان کی تکمیل ہوجاتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ بندے کے اعمال کا اجر بڑھا دیتے ہیں۔

ساتواں مقصد: یہ ہے کہ دونوں کو عزت مل جائے، جب شادی ہوجاتی ہے تو

خاوند بیوی کے لئے عزت کا سبب بنتا ہے، بیوی خاوند کے لئے عزت کا سبب بنتی ہے، اور میاں بیوی ایک دوسرے کو محبتیں دیتے ہیں، محبتیں تقسیم کرتے ہیں اور محبتوں سے بھری خوشگوار زندگی گزارتے ہیں۔

آٹھواں مقصد: شریک حیات کا ملنا ہے، انسان زندگی کا ساتھی پالیتا ہے، زندگی کے حالات اور اُتار چڑھاؤ میں کوئی اس کا اپنا ہوتا ہے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ شیئر (Share) کر سکتے ہیں، وہ دونوں مل کر زندگی کے غموں کا بوجھ اٹھا سکتے ہیں۔

نواں مقصد: اولاد کا ہونا ہے، ہر انسان کی فطری خواہش ہے کہ اس کی اولاد ہو، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم جیسی بزرگ ہستیاں بھی اللہ سے اولاد کیلئے دعائیں مانگتی رہیں، چنانچہ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی "رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْباً وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا"۔ (سورۃ المریم:۴) ترجمہ: اے میرے پروردگار! اتنا بوڑھا ہو گیا ہوں کہ میری ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں اور میرے بال سفید ہو گئے، لیکن ابھی بھی میں آپ کی بارگاہ سے اس نعمت (اولاد) کے حاصل کرنے میں مایوس نہیں ہوا، میں ابھی بھی دعا مانگتا ہوں۔ دیکھئے بڑھاپے میں بھی انسان کی یہ تمنا ہوتی ہے، اسی طرح ہر عورت کے دل کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اولاد کی نعمت عطا فرمائے۔

دسواں مقصد: نکاح کے ذریعہ جو اولاد ہوگی اس کی صحیح تربیت کی جائے، تو والدین کے مرنے کے بعد وہ اولاد ان کے لئے صدقۂ جاریہ ثابت ہوگی، جیسا کہ حدیث میں ہے "اذ مات ابن آدم علیہ السلام انقطع عملہ الامن ثلاث: صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو اله" (رواہ مسلم) ترجمہ: جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے مگر تین چیز کا ثواب اسے ملتا رہتا ہے، صدقۂ جاریہ کا ثواب، علم نافع کا ثواب، نیک اولاد کے عمل (ذکر و تلاوت، صدقہ و خیرات اور دعائے رحمت و مغفرت وغیرہ) کا

ثواب جو اس (والدین) کے لئے دعا کرتا رہتا ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

نکاح کے چھ اقسام ہیں

(۱) **فرض:** حنفیہ کے نزدیک غلبۂ شہوت میں اگر یہ یقین ہو کہ بغیر نکاح کے زِنا میں مبتلا ہو جاؤں گا تو فرض ہے۔

(۲) **واجب:** غلبۂ شہوت کے وقت اگر زِنا میں مبتلا نہ ہونے کا یقین ہو تو نکاح کرنا واجب ہے۔ ”ویکون واجبا عند التوقان فان تیقن الزنا الأبه فرض نہایۃ وھذا اذملک المھر والنفقۃ والا فلا اثم تبرکه“۔ (بدائع ردالمحتار: ۶/۳)

فرض اور واجب کی ان دونوں صورتوں میں شرط یہ ہے کہ مہر ونفقہ کا مالک ہو، اگر مہر ونفقہ کا مالک نہ ہو تو نکاح کا ترک کرنا گناہ نہیں ہے۔

فائدہ: مہر نکاح کرنے اور عورت سے تنہائی حاصل ہو جانے کے بدلے میں جو رقم شوہر کے ذمہ واجب ہوتی ہے اس کو مہر کہتے ہیں، شرعی طور پر اس کا ادا کرنا شوہر کے ذمہ لازم اور ضروری ہے، اگرچہ مہر کا ذکر کئے بغیر بھی نکاح درست ہو جاتا ہے۔

مہر شرعی: کی کم سے کم مقدار ۱۰ ردرہم ہے، جس کا وزن دو تولہ آٹھ ماشہ (۳۰۰ یا ۳۱۰ رگرام) ہوتا ہے، زیادہ کی کوئی حد متعین نہیں۔

مہر فاطمی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ۵۰۰ درہم مقرر فرمایا تھا، جو بعض علماء کے نزدیک ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ (۱ رکلو ۵۲۸ رگرام) اور بعض علماء کے قول میں ۱۵۰ رتولہ چاندی (۱ رکلو ۷۵۰ رگرام) ہوتا ہے اور یہی راجح ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ) اس کو مہر فاطمی کہتے ہیں، یہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر ازواجِ مطہرات اور دوسری بناتِ طاہرات کا مقرر فرمایا تھا۔

فائدہ: ”نان ونفقہ شرعاً تین چیزوں کو کہا جاتا ہے:

(۱) مناسب خوراک

(۲) مناسب لباس

(۳) مناسب رہائش

یعنی گھر کے ضروری سامان کے ساتھ رہائش کیلئے بیوی کو کم از کم ایک ایسا علیحدہ کمرہ (Separate Room) دیا جائے، جس میں بیوی کے سوا کسی کا عمل دخل نہ ہو، اسی طرح شوہر اپنی استطاعت کے مطابق مناسب خوراک اور مناسب لباس میسر کرے"۔ (ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟: ص ۳۵)

(۳) **سنت مؤکدہ**: حالت اعتدال میں یعنی ہمبستری کی قدرت ہو اور مہر ونفقہ ادا کرسکتا ہو، تو نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے ترک کرنے سے گناہگار ہوگا۔

(۴) **عبادت**: زِنا سے بچنے کے لئے اور نسل بڑھانے کی نیت سے نکاح کرے گا تو ثواب ہوگا، یہ ایسی عبادت ہے جو آدم علیہ السلام سے لیکر تمام انبیاءؑ (خلفاء، صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین) کے دور میں رہی اور قیامت تک رہے گی، پھر جنت میں بھی یہ عبادت باقی رہے گی۔ (امداد الفتاویٰ: ج ۲ ص ۲۵۰، نقلاً عن الشامی)

(۵) **مکروہ**: اگر کوئی شخص سخت مزاج ہو جس کی وجہ سے بیوی پر زیادتی اور ظلم کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں نکاح کرنا مکروہ ہے۔

(۶) **حرام**: اگر اپنے مزاج کی سختی وخرابی کی وجہ سے بیوی پر ظلم کرنے کا یقین ہو، تو نکاح کرنا حرام ہے۔ (ماخوذ از نکاح کی شرعی حیثیت)

نکاح ہی ضروری کیوں؟

یہاں یہ وہم پیدا ہوسکتا ہے کہ دنیا کی آبادی کیا نکاح پر ہی موقوف ہے؟ یہ ضرورت تو بلا نکاح بھی پوری ہوسکتی ہے، پھر اسلام نے نکاح ہی کو کیوں متعین کیا ہے؟

اس وہم کو دور کرنے کے لئے درج ذیل حقائق کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

(۱) نکاح کے بغیر مرد وعورت میں جو جنسی تعلق قائم ہوتے ہیں وہ دیر پا نہیں ہوتے، جوں جوں عمر ڈھلتی ہے کشش کے اسباب کم ہوتے چلے جاتے ہیں، اسی رفتار سے محبت کے تار بکھرتے چلے جاتے ہیں، جب کہ نکاح کے ذریعہ قائم ہونے والے تعلقات وقت کے ساتھ گہرے اور پُرخلوص ہوتے چلے جاتے ہیں۔

(۲) اگر مرد وعورت کو نکاح کی قید سے آزاد کر کے مطلقاً ایک دوسرے سے خواہشات کی تکمیل کا موقع دیا جائے، تو یہ عالم فتنہ وفساد کی آماجگاہ اور قتل وخون ریزی کا مرکز (Adda) بن جائے گا، اس لئے کہ پسندیدہ مفادات کے ٹکراؤ اور پیدا ہونے والے بچوں پر دعویٰ استحقاق، ایسے سنگین مسائل ہیں جن سے نمٹنا ناممکن ہے۔

(۳) نکاح کی قید اگر نہ ہو تو نسب کی حفاظت ہرگز نہیں ہوسکتی، کیوں کہ آزادی کی بنا پر جس بچے پر جو شخص چاہے دعویٰ کرنے کا مجاز ہوگا۔

(۴) نکاح نہ ہونے کی وجہ سے بچوں کے حقوق کی زبردست پامالی اور ان کی تربیت میں نہایت کوتاہی ہوتی ہے، اس لئے کہ واقعی باپ نہ ہونے کی بنا پر کوئی شخص بچے کی کفالت کے لئے تیار نہیں ہوتا، لہٰذا ہر وہ راستہ جس سے معاشرہ فحش کاری میں مبتلا ہوسکتا ہو اس پر شریعت نے پابندی لگادی ہے۔

شریعت نے انسان کی طبیعت کا لحاظ کرتے ہوئے نکاح کو نہ صرف مباح قرار دیا ہے، بلکہ بعض اوقات وہ فرض کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ بہرحال نکاح کرنے میں دینداری کا لحاظ رکھنا چاہئے کیوں کہ وہ بنیادی اینٹ ہے، اگر بنیاد ٹھیک ہوگی تو عمارت ٹھیک ہوگی، اسی لئے ایک دیندار عورت ایک گھر کو بنا سکتی ہے اور ایک بد دین عورت پورے گھر کے ماحول کو خراب کرسکتی ہے، حدیث میں ہے: ”**فاظفر بذات الدین تربت یداک**“ (بخاری شریف) ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سو تو دین والی کے ساتھ

کامیاب ہوجا، تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں (اگر تو دیندار پر کسی اور کو ترجیح دے)۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ ۔

زنِ بد درسرائے مردِ نکو ☆ ہم دریں عالم ست دوزخِ او

ترجمہ: بُری عورت نیک مرد کے گھر میں اسی دنیا میں اس کی دوزخ ہے۔ (گلستاں: ص/۹۰)

نکاح کے چند فوائد

(۱) نکاح عفت و پاکیزگی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔
(۲) نکاح وساوس شیطانیہ کو دفع کرنے کا مؤثر ہتھیار ہے۔
(۳) نکاح کے ذریعہ اپنی خواہشات کو حلال طریقہ سے پورا کیا جاسکتا ہے۔
(۴) نکاح پیغمبروں کی سنت ہے۔
(۵) نکاح انسانی خاندان اور معاشرہ کی صحیح تعمیر کی بنیاد ہے۔
(۷) نکاح ہی کے ذریعہ نسب کا تحفظ ہوتا ہے۔
(۸) نکاح امت مسلمہ کی مضبوطی کا سبب ہے۔
(۹) نکاح ایک دوسرے کی عزت کا سبب ہے۔
(۱۰) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نکاح آدھا ایمان ہے۔
(۱۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: نکاح میری سنت ہے۔
(۱۲) نکاح قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔
(۱۳) نکاح کرنے سے انسان بدفعلی سے محفوظ ہوجاتا ہے۔
(۱۴) نکاح کرنے سے نفس قابو میں رہتا ہے۔

الغرض نکاح عالمی معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے جس سے کسی وقت بھی صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔

نکاح انسان کی فطری وطبعی ضرورت ہے

انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت اور افزائش نسل کا حلال وپاکیزہ طریقہ ہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہر مرد وعورت کے دل میں دوسری جنس کی طرف رغبت ومیلان کو پیدا کیا ہے، اور یہ ایک فطری امر ہے، اس فطری وطبعی ضرورت کی تکمیل کے لئے نکاح کو مشروع فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عملی طور پر نکاح کئے اور اپنے فرامین کے ذریعہ بھی اس کی ترغیب دی، ارشادِ نبوی ہے: ’’نکاح میری سنت ہے اور جو میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں‘‘۔

دین اسلام کی تعلیمات میں اعتدال وتوازن سب سے نمایاں خوبی اور خصوصیت ہے، اسی سے دین اسلام کی تعلیمات دنیا کے دیگر مذاہب وادیان کی تعلیمات سے ممتاز ہوتی ہیں، اسلام میں جس طرح مرد وزَن کے باہمی اختلاط کی ممانعت ہے، وہیں ایک دوسرے سے بالکلیہ علیحدہ رہنا بھی پسندیدہ نہیں، نہ تو اسلام میں مرد وزَن کے آزادانہ میل ملاپ کی اجازت ہے اور نہ ہی اس میں راہبانہ تصورات ونظریات پائے جاتے ہیں، جس طرح کہ بعض مذاہب میں عورت کو ایک گناہ، فتنہ، شیطان کا ہتھیار، بُرائی کا محور سمجھ کر تعلق زَن وشوہر کو معیوب سمجھا جاتا ہے، اور نہ ہی مرد وزَن کے تعلق کو حدود وقیود سے آزاد رکھا گیا، بلکہ اسلام افراط وتفریط اور غلو وتنقیص کی درمیانی شاہراہ کا نام ہے۔

اسلام کی تعلیمات جہاں پاکیزگی، طہارت اور عفت وحیاء کو اہمیت حاصل ہیں، وہیں بشری تقاضوں کی تکمیل، نفس وروح کی تسکین اور مقصد حیات کی تعمیل وتنفیذ بھی ہے، لہٰذا نکاح سے متعلق اسلام میں واضح اور تفصیلی احکامات موجود ہیں، اس کے شرائط مقرر ہیں، حدود وقیود متعین ہیں، اصول وضوابط مرتب ہیں، تاکہ پاکیزگی کے ساتھ ساتھ نفس وروح کو تسکین ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ

مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ.“ (سورۂ روم:۲۱) ترجمہ: اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم میں سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کے پاس جاکر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت کے جذبات رکھ دیے، یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں۔

یہ صرف خواہش نفس کی تکمیل نہیں، بلکہ اس میں ایک اہم مقصد پنہاں ہے، حکم ربانی ہے: ”نکاح کے ذریعہ تم اولاد کو طلب کرو“۔ بایں ہمہ نکاح اخلاق وکردار، عزت وناموس اور حیاء وپاکدامنی کا ذریعہ ہے، جو آدمی نکاح کر لیتا ہے وہ ایک قلعہ میں محصور ہوکر بے حیائی، بداخلاقی، بدکرداری، بے راہ روی، بدنگاہی جیسی مذموم عادات واطوار سے محفوظ ہوجاتا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوجوانوں کو ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جو کوئی حقوقِ زوجیت پر قادر ہو تو وہ شادی کرلے“۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح سے حاصل ہونے والے دو اہم فوائد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”کیوں کہ اس سے نگاہ اور عصمت دونوں کی حفاظت ہوتی ہے“۔

زمانے کے پیمانے بدل گئے، سوچ وفکر کے زوایئے تبدیل ہو گئے، جو چیز بِلا لحاظ مذہب وملّت معیوب ومذموم تھی وہی چیز آج باعث عزت وفخر سمجھی جارہی ہے، بے راہ روی، بے پردگی اور حیوانیت کو تہذیب وتمدن کی بلندی شمار کیا جارہا ہے، حسن کی نمائش، عریانیت، مرد وزن کے آزادانہ میل ملاپ، بے پردگی اور بے حیائی نے انسانی سماج کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے، پاکیزگی اور عفت وحیاء کا تصور نہ رہا، نفسانیت اور خواہش نفس کی تکمیل کے لئے حلال وحرام کی تفریق وتمیز نہ رہی، رقص وسرود کی محفلیں عام ہیں، فلم بینی کے مناظر کھلے ہیں، اولاد ماں باپ کے ساتھ بیٹھ کر نیم برہنہ فلموں کا مشاہدہ کررہی ہیں،

بھائی بہن ایک ساتھ آزادانہ میل جول کو دیکھ کر محظوظ ہو رہے ہیں۔

ایک طرف اخلاقی گراوٹ، افکار و خیالات کی تباہی اور حمیت وغیرت کی کمی ہے، تو دوسری طرف رسم و رواج، جھوٹی شان وشوکت، بیجا مطالبے، معیاری شادی کی تمنائیں، اسراف اور فضول خرچی نے مسلم معاشرہ کو تباہ و برباد کردیا ہے۔ انٹرنیٹ، فلمیں، فیس بک اور سوشل میڈیا نے ہر پوشیدہ چیز کو ظاہر کردیا، نوجوانوں کے ذہن و دماغ پراگندہ ہوگئے، ان حالات میں جلد سے جلد شادی کے بندھن میں باندھ کر اخلاق و کردار کے دائرہ وحدود میں رکھنا، سرپرستوں کی اوّلین ترجیح ہونی چاہئے۔

لڑکا ولڑکی کے معیار انتخاب کے موقع پر شریعت میں دینداری، اخلاق و کردار، تعلیم و تربیت، شرافت نفس، بڑے چھوٹوں کا احترام، لڑکے میں قابلیت، صنعت و حرفت، محنت کی عادت اور عادات واطوار کی درستگی کو ملحوظ رکھنے کی ترغیب ہے، لیکن ماں باپ کی فکر اعلیٰ خاندان، بڑا گھرانہ، حسن و جمال میں بے مثال، مالدار اور تعلیم یافتہ قابل ترجیح ہیں، جس کے نتیجہ میں بروقت شادیاں نہیں ہو رہی ہیں، عمریں بڑھتی جارہی ہیں، خواہشات پروان چڑھ رہی ہیں، جس کی بناء اچھائی و برائی کی تمیز پر قابو پانا دشوار ہو رہا ہے، اور روز بہ روز حیاء سوز واقعات سننے میں آرہے ہیں۔ نکاح ایک انسان کی فطری ضرورت اور بشری تقاضہ ہے، اس کو حتی المقدور آسان سے آسان تر بنانے کی فکر ہونی چاہئے، اس کو شان وشوکت کے اظہار کا ذریعہ نہیں بنانا چاہئے۔

آج کے دور میں شادی خواہ لڑکے کی ہو یا لڑکی کی، ایک گمبھیر مسئلہ بن گیا ہے، لڑکے والوں کی فرمائش، جوڑے، گھوڑے، بوٹ اور سوٹ کے مطالبے، اعلیٰ شادی خانہ اور معیاری کھانے کے انتظام کی فرائشوں نے لڑکی والوں کی کمر توڑ دی ہے، اگر لڑکے یا اس کے سرپرستوں کو معیاری شادی کی خواہش و آرزو ہے، تو وہ اپنے بل بوتے پر اپنی آرزو کو پوری کرلیں، اس کے لئے لڑکی والوں کو مجبور کرنا کتنی معیوب بات ہے۔

معیاری شادی کے چلن کی بناء غریبوں اور متوسط طبقات کے لئے، شادی ایک پیچیدہ مسئلہ بن گیا، کھانے میں نت نئے تکلفات ولوازمات، جھوٹی شان کے ذرائع ہیں۔ اسلام میں مہمان کی ضیافت کی ترغیب ضرور ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں اسراف، فضول خرچی، رزق کی بے حرمتی اور تضیع کی گنجائش ہو، نت نئے لوازمات پر عائد ہونے والے اخراجات میں کئی غریب بچیوں کی شادیوں کے انتظامات ہو سکتے ہیں۔

معاشرہ میں پھیلنے والی خرابیوں اور بے راہ روی کے انسداد کے لئے سب سے پہلے نکاح کو آسان تر بنانا، اور محض جھوٹی شان وشوکت کے لئے لڑکے ولڑکیوں کے نکاح میں تاخیر کرنے کی بجائے جلد سے جلد موزوں ومناسب رشتے میں پہل کر کے ان کو نکاح کے بندھن میں باندھ دینا چاہئے، تاکہ وہ اخلاق وکردار اور عفت وحیاء کی حدود میں بہ آسانی اپنی زندگی کے سفر کو طے کرتے ہوئے دین ودنیا میں کامیاب ہوں۔

”غربت“ نکاح میں رُکاوٹ ہرگز نہیں

اگر کوئی شخص نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کے جواز کے لئے یہ شرط ہے کہ جس عورت سے نکاح کرنا چاہ رہا ہے اس کے نان ونفقہ والے حق واجب کی ادائیگی کی قوت رکھتا ہو، جو شخص مالدار نہیں اسے شریعت نے نہ تو ایک شادی سے روکا ہے اور نہ چار شادیوں سے، البتہ اسے حکم ہے کہ نکاح کے لئے لڑکی کے انتخاب میں اپنا معیار بدل ڈالے، اور نکاح کے لئے ایسی عورت تلاش کرے جو یا تو اس مرد سے مالی حیثیت سے کم درجے کی ہو، یا خود تو اگرچہ مالدار ہو مگر اس مرد میں کسی اضافی دینی یا دُنیوی وصف کے باعث اس کی غربت کے باوجود اس سے نکاح پر آمادہ ہو۔

مثلاً ایک عورت مالی لحاظ سے بہت اونچے طبقے سے تعلق رکھتی ہے مگر اسے نکاح کے لئے ایک ایسا مرد مل جائے، جو علم دین، تقویٰ وپرہیزگاری یا خاندانی شرافت والے وصف میں ممتاز ہوتا ہے، یا مرد میں بعض مرتبہ کوئی ایسا دُنیوی وصف ہوتا ہے جو

اسے دوسرے مردوں سے ممتاز کر دیتا ہے، جیسے کوئی مرد بہت خوبصورت ہو یا کسی خاص ہنر یا فن میں اضافی مہارت وغیرہ رکھتا ہو، یہ اوصاف اس قسم کے ہوتے ہیں کہ عورت خود اگر چہ مالدار گھرانے سے تعلق رکھتی ہے مگر کسی مرد میں موجود ان اوصاف کے باعث ایسے غریب مرد سے نکاح کے لئے تیار ہو جاتی ہے، جیسے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا خود تو بہت مالدار تھیں مگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیانت وشرافت کی غیر معمولی شہرت کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غربت کے باوجود آپ سے نکاح فرمایا۔

آج کے زمانے میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کون غریب ہوگا؟ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ازواجِ مطہرات کو دو وقت کا کھانا کھلانے کے لئے مناسب خوراک بھی میسر نہ ہوتی تھی، بلکہ صحیح احادیث کے مطابق غربت کے باعث گھر میں چالیس چالیس دن چولہا جلنے کی نوبت نہ آتی تھی، اسی لئے میرے دوستو! یہ ہرگز درست نہیں کہ غربت کے خوف سے نسل نو نکاح ہی سے کنارہ کشی اختیار کرنے لگے، چنانچہ غربت کے خوف سے خود ایک یا متعدد شادیوں والے عمل ہی سے باز رہنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریقہ نہیں۔ (ایک زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟: ص ۳۶ تا ۳۸)

آج کے دور میں غریب کون ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ان تری حفاۃ عراۃ عالۃ یتکففون الناس یتطاولون فی البنیان“ (متفق علیہ) کہ وہ لوگ جو ننگے پاؤں، ننگے بدن محتاج اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگا کرتے تھے، بلند و بالا (کوٹھی، بلڈنگ اور) عمارتیں بنا کر ایک دوسرے پر فخر کرنے لگیں گے۔ تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غریب وہ ہیں جن کے پاس پہننے کو کپڑا نہیں، کھانے کو اناج نہیں، لیکن موجودہ دور

میں ایسے لوگ بہت کم پائے جاتے ہیں، پہلے دور میں غریب ان لوگوں کو کہا جاتا تھا جن کے پاس رہنے کے لئے زمین وآسمان کے درمیان کوئی سایہ نہیں ہوتا تھا، بدن ڈھکنے کے لئے کپڑے نہیں ہوتے تھے، اور لوگ تنگدستی کی وجہ سے روزہ رکھتے تھے، آج کون ایسا بندۂ بشر ہے جو بھوک کی وجہ سے روزہ رکھتا ہو، نفل روزہ تو درکنار فرض روزہ رکھنے کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔

الغرض! دورِ صحابہ میں یہ نہیں دیکھا جاتا تھا کہ کتنا (Bank Balance) ہے، کتنی پروپرٹی کا مالک ہے، کتنے پلاٹ ہیں، کتنی دُکانیں ہیں، لڑکا کماتا کتنا ہے، بلکہ یہ دیکھا جاتا تھا کہ وہ اپنے بَل بوتے پر اپنی شریک حیات کو کما کر کھلانے کی استطاعت رکھتا ہے یا نہیں، اگر رکھتا ہے تو نکاح کیلئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود ترغیب دیتے اور صحابہ کرامؓ اس پر لبیک کہتے تھے۔

لیکن آج کے دور میں ہر چوتھا شخص یہی کہتا ہے کہ حالات ٹھیک نہیں، جو مالدار حضرات ہیں وہ بھی اس کا رونا روتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں، لہٰذا اپنے آپ کو جو لوگ غریب کہتے ہیں وہ اس دھوکہ سے نکلیں، اور اللہ تعالیٰ نے جو احکامات نازل کئے ہیں ان پر مکمل اُتریں۔

نکاح کے اوپر قدرت نہ ہونے کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

اگر کوئی شخص واقعی غریب ہو تو بھی اس کے لئے اس بنا پر ایک یا متعدد شادیوں سے اجتناب کرنا شرعاً پسندیدہ امر نہیں، چنانچہ ایسا شخص لڑکی کے انتخاب میں معیار ''کم'' کرے اور ایسی لڑکی کی تلاش کرے جو اس سے بھی زیادہ غریب ہو، یا کسی اور مصلحت کے پیش نظر اس کے ساتھ اس کی غربت کے باوجود رہنے پر راضی ہو جائے، پھر اگر تلاش کی اس عملی کوشش کے باوجود کوئی رشتہ نہ ملے اور اس معاملے میں کوئی بھی اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہو، تو ایسا شخص اب اس آیت کریمہ کا مصداق ہے کہ

جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحاً حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ" (سورۂ نور: ۳۳) ترجمہ: وہ لوگ عفت سے رہیں جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف ان لوگوں کے لئے صبر وتحمل اور پاکدامنی کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیا، جن لوگوں میں نکاح کی استطاعت نہیں۔

یہاں نکاح کی طاقت نہ رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ نہ تو کمانے کا اتنا انتظام ہے کہ کوئی عورت اس سے نکاح پر آمادہ ہو، اور نہ ہی اس کی ذات میں کوئی ایسی اضافی خوبی ہے کہ غربت کے باوجود کوئی شخص اسے اپنی بیٹی دینے کے لئے تیار ہو۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نہ تو خود رشتہ تلاش کرتا ہے اور اگر مناسب رشتے آتے ہیں تو یہ کہہ کر انہیں بھگا دیتا ہے کہ مجھ میں ابھی استطاعت نہیں۔

قال العلامة زاهد الكوثري رحمه الله تعالىٰ: وأما استعفاف من لا يجد نكاحاً إلى أن يغنهم الله، فبمعنى الانتظار يتعفف إلىٰ وقت العثور على أسباب النكاح من رضا المخطوبة وغير ذٰلك، لأن الفقير الذى وجد امرأة ترضى الزواج به، ليس من الذين لا يجدون نكاحا، بل هو وجده فعلا۔

(شام کے ایک بہت بڑے عالم) علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جو آیت میں کہا گیا ہے کہ ”وہ لوگ عفت سے رہیں جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔“ تو وہ فقیر ومسکین جس سے کوئی عورت اس کی غربت کے باوجود نکاح پر آمادہ ہو جائے، تو یہ فقیر ان لوگوں میں داخل نہیں کہ جنہیں نکاح کی استطاعت نہیں بلکہ اس نے تو عملاً نکاح موجود پالیا ہے۔

(ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟: ص ۶۰ تا ۶۱)

رشتہ نہ ملے تو اپنا معیار کم کر دیں

اگر آپ کو من پسند رشتہ نہ ملے تو اپنا معیار کم کر دیں، کیوں کہ اپنے وہم وگمان کے مطابق آپ ایسا رشتہ تلاش کرنے لگتے ہیں، جس میں دین ودنیا کی ساری خوبیاں موجود ہوں، ظاہر ہے کہ ایسا ممکن نہیں ہے، تعجب ہوتا ہے ان پر جن کے ذہن میں رشتہ کے سلسلے میں ایسی لڑکی کا خواکہ ہوتا ہے جو شاید و باید ہی پوری ہو مثلاً

(۱) دنیا کی سب سے حسین وجمیل لڑکی ہو۔

(۲) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مثل مال کی ملکہ ہو۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسے اخلاق ہوں۔

(۴) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جیسی ہم عمر (۱۷رسال) ہو۔

(۵) رابعہ بصریہ جیسی عبادت گذار ہو۔

(۶) دینی تعلیم میں حضرت اُم سلمہؓ وسمرہ بنت نہیکؓ اور اُم الدرداء کبریٰؓ جیسی ہو۔

''اسی طرح لائق اور قابل داماد کے سلسلہ میں یہ وہم ہوتا ہے؟

(۱) حسب ونسبت میں حضرت حسنین رضی اللہ عنہما جیسا ہو۔

(۲) اخلاق میں جنید بغدادیؒ ہو۔

(۳) علم میں ابو حنیفہؒ ہو اور دُنیوی علم میں بوعلی سینا کا مثل ہو۔

(۴) حسن وجمال میں حضرت یوسفؑ کا ثانی ہو۔

(۵) ثروت وریاست میں قارون وفرعون کا ہم پلہ ہو۔

(۶) عبادت میں حضرت حسن بصریؒ ہو۔

ان تمام اوصاف کے حامل داماد (بہو) تلاش کرنے میں مضائقہ نہیں، لیکن اس میں اس قدر غلو کرنا کہ اس کے بغیر شادی ہی نہ کرے یہ مذموم ہے، لہٰذا یہ دیکھنا چاہئے کہ داماد میں تین اوصاف ہیں یا نہیں؟

(۱) قوتِ اکتساب یعنی کمانے کی صلاحیت۔

(۲) کفائت (برابری) لڑکا اور لڑکی میں زیادہ تفاوت اور فرق نہ ہو۔

(۳) دینداری"۔ (ماخوذ بتغیر یسیر از اصلاح انقلاب امت: ص۲۹ تا ۳۰، نقلاً عن ازدواجی زندگی کے شرعی مسائل اور انکا حل: ص ۳۷ تا ۳۸)

چنانچہ رشتہ کے لئے اپنا معیار کم کریں، اور من پسند رشتہ تلاش کرنے میں اتنی تاخیر نہ ہوجائے کہ بعد میں ایڈجیسٹ کرنے کی نوبت آجائے، روزمرہ ایسے بہت سے واقعات رُونما ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں، اسی لئے جلد نکاح کی فکر کریں اور بیجا اسٹیٹس کا بہانہ نہ بنائیں۔

لہٰذا آج نوجوان اور اس کے والدین اپنی اولاد کے لئے کسی طلاق یافتہ یا بیوہ سے نکاح کے لئے تو کیا تیار ہوتے، بلکہ خود سے کم مالی حیثیت والے لوگوں میں بھی نکاح پر آمادہ نہیں ہوتے، اور اسے معاشرے میں اپنی ناک کٹوانے کے مترادف سمجھتے ہیں، اور نکاح میں غیر معمولی تاخیر کرتے رہتے ہیں، اور پھر نکاح سے دور بھاگ کر جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے بلوغت کے بعد (بارہ پندرہ سال) تاخیر کے دوران کیا کیا کچھ گُل کھلاتے ہیں، تو ممکن ہے کہ قوم کے سادہ (بھولے بھالے) لوگ ان حالات سے واقف نہ ہوں، مگر قوم کے حالات سے باخبر حضرات پر ایسے حالات مخفی نہیں۔ (ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟: ص ۴۴)

عبرت ناک واقعہ

بطور عبرت کے ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں۔ ایک ۲۲؍سالہ لڑکی کی ماں رشتے والی آنٹی سے کہتی ہے بہن! کیسی ہو، ٹھیک ہو، میری بیٹی بہت خوبصورت اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہے، کوئی خوبصورت و اسمارٹ (Handsome) ڈاکٹر، انجینئر یا بزنس مین لڑکا تلاش کرو۔

چار سال بعد: ۲۶؍سالہ لڑکی کی ماں کہتی ہے اے بہن! کیسی ہو، ٹھیک ہو، میری

بیٹی کے لئے کوئی رشتہ تلاش کیا؟ بیٹی کہتی ہے کہ میں نے اتنی تعلیم حاصل کی ہے کسی ڈاکٹر، انجینئر یا بزنس مین سے کم سے شادی نہیں کروں گی۔

چار سال بعد: ۳۰ رسالہ عورت نُما لڑکی کی ماں بہن! کیسی ہو، ٹھیک ہو، میری بیٹی کے لئے کوئی رشتہ ملا؟ کوئی رنڈوا یا بڑی عمر کا بچے والا مرد ہی تلاش کردو، بیٹی کی عمر گذرتی جارہی ہے اور میں قبر میں پیر لٹکائے بیٹھی ہوں۔

چار سال بعد: والدین کے مرنے کے بعد عورت نُما لڑکی بہن بھائیوں پر بوجھ بن کر زندگی گذارنے پر مجبور اور بے بس ہو جاتی ہے۔

تلخ نوائی ہو معاف

یاد رکھئے! تعلیم اس لئے حاصل کی جاتی ہے کہ انسان میں شعور و آگہی پیدا ہو، مگر آج کل لڑکیوں کے والدین بیٹیوں کو تعلیم اس لئے دلواتے ہیں کہ ان کا اسٹیٹس اچھا ہو، اور کسی ڈاکٹر، انجینئر یا بزنس مین لڑکے کو پھانسا جاسکے، پھر ایسی تعلیم کا کیا فائدہ جو انسان کو مال و دولت کا لالچ اور ہوس کی طرف لے جائے، نتیجتاً لڑکی اپنے والدین اور بہن بھائیوں پر زندگی بھر کے لئے بوجھ بن جاتی ہے، اور نکاح نہ ہونے کی صورت میں حرام کاری میں مبتلا ہو جاتی ہے، لڑکیوں کے والدین کو چاہئے کہ وہ مال و دولت کے لالچ اور ہوس کرنے کے بجائے اللہ کے حکم "حتی اذا بلغ النکاح" (یعنی جب نکاح کی عمر کو پہنچ جائے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک فرمان: " فاذا بلغ فلیزوج" (یعنی جب اولاد بالغ ہو جائے تو ان کا نکاح کر دیا جائے) کے مطابق اولاد کے بالغ ہوتے ہی کسی شریف خاندانی اور حلال کمانے والے لڑکے سے نکاح کر دیں، چاہے لڑکا بہت کم ہی کماتا ہو، اور فضول کی رسموں، نخروں اور شرائط سے اجتناب کریں۔

شریعت کی نظر میں غربت نکاح پر مزید ابھارنے کا سبب ہے

قرآن، حدیث، صحابہ اور فقہاء کے اقوال

اسلام نکاح کے معاملے میں دوسرے مذاہب کی بہ نسبت غیر معمولی طور پر ''حساس'' ہے، اور نکاح میں سب سے بڑی رُکاوٹ چونکہ ''غربت'' کو سمجھا جاتا ہے، لہٰذا اسلام نے واضح تصریحات کے ذریعے غربت کو نکاح کی راہ میں حائل سمجھنے والے حضرات کے نظریات کی بنیاد ہلا کر پوری قوت سے اس نظریے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے۔

(۱) قرآن کہتا ہے: ''وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ'' (سورۃ النور:۳۲) ترجمہ: تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں بھی جو اس لائق ہوں ان کا بھی اگر وہ مفلس (فقیر) ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے خوب جاننے والا ہے۔ (بیان القرآن)

فائدہ: قرآنِ کریم کی اس آیت مبارکہ میں اس غریب شخص کو جو غربت کے باعث نکاح سے دور بھاگتا ہو نکاح کی ترغیب دی گئی ہے، اور اسے یہ امید دلائی گئی ہے کہ نکاح کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے مالی وسعت (غنی) عطا فرمائیں گے، پھر یہ مالی وسعت (غنی) خواہ مال میں ظاہری اور حسّی اضافے کے ساتھ ہو یا اللہ تعالیٰ کم پر ''قناعت'' اور صبر کی توفیق دے دیں، اور کم مال ہی میں برکت دے کر گزارا آسان بنا دیں چنانچہ لفظ غنی ان دونوں صورتوں کو شامل ہے۔

(۲) قال في التفسير النسفي: ان يكونوا فقرآء من المال يغنهم الله من فضله بالكفاية والقناعة أو باجتماع الرزقين۔ (۳/۱۴۴)

وقال البغوی رحمه الله تعالىٰ: قيل الغنى هٰهنا القناعة وقيل اجتماع الرزقين۔ (تفسير بغوی: ۳/۳۴۲)

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں جو فطری طور پر یہ بات ہوتی ہے، کہ نکاح کرنے سے بیوی اور پھر ولادت کے بعد بچوں کے خرچے وغیرہ بڑھنے سے پیسوں کی تنگی کا شکار ہونا پڑتا ہے، اور نکاح سے قبل جو آزادی اور بالفرض تھوڑی بہت مالی وسعت تھی تو ان خرچوں سے اس مال میں اور بھی کمی آجاتی ہے، یا اگر سرے سے مالی وسعت ہو ہی نہیں تو نکاح کے بعد اس غربت وفقر وفاقہ میں اور زیادہ اضافہ ہوجاتا ہے، چنانچہ عموماً یہی وہ بنیادی بات ہے کہ جس کے خوف سے غریب لوگ نکاح سے دور بھاگتے ہیں، اور اسباب کی دنیا میں کسی غریب ومسکین کا اس خوف سے نکاح سے دور بھاگنا بظاہر درست بھی معلوم ہوتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں غربت کے اس خوف سے نکاح سے دور بھاگنے والوں پر ردّ فرمایا ہے کہ رزق میں تنگی واضافہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ومرضی پر موقوف ہے، لہٰذا تمہارا جو یہ خیال ہے کہ نکاح نہ کرنے سے مال بڑھتا ہے، اور نکاح کرنے سے انسان کو مالی تنگی کا شکار ہونا پڑتا ہے تو ضروری نہیں کہ ایسا ہی ہو، اللہ تعالیٰ چاہے تو جس بات کو تم مال میں اضافے کا سبب سمجھ رہے ہو اسے تمہاری غربت میں اضافے کا سبب بنادے، اور اگر چاہے تو جس نکاح سے تم غربت کے مزید بڑھ جانے کے خوف سے دور بھاگ رہے ہو نکاح کے بعد اس غربت کو تم سے دور فرمادے۔

مالی وسعت اور غربت کا مدار اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت پر ہے، محض اسبابِ ظاہری پر نہیں، چنانچہ اگر نکاح کے بعد بھی کسی کے مال میں بالفرض وسعت وکشادگی نہ ہو، اور اس کی غربت بدستور قائم رہے، تو اس غربت وفقر کی نسبت نکاح کی طرف نہ کرے، بلکہ یوں سوچے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت میرے ساتھ یہی ہے، اور اسی میں میری بہتری ہے، لہٰذا میں اگر نکاح نہ کرتا تو ضروری نہیں کہ غربت ختم ہوجاتی، بلکہ

عین ممکن ہے کہ یہ جو کچھ تھوڑا بہت مل رہا ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے ان بیوی اور بچوں کی مالی کفالت کی برکت سے دے رہے ہوں کہ جن کی مالی کفالت کا اللہ تعالیٰ نے مجھے ذمہ دار بنایا ہے، لہٰذا اگر نکاح نہ کرتا تو عین ممکن ہے کہ اس سے بھی جاتا۔

قال العلامة الآلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ:

”وفی الآیة شرط مضمر وهو المشیة، فلایرد أن كثیرا من الفقرآء تزوج ولم یحصل له الغنی ـــــ فان قبل: العزب كذٰلک، فان غناه معلق بالمشیئة أیضاً فلاوجه للتخصیص؟ فالجواب أنه قد تقرر فی الطباع الساكنة الی الأسباب أن العیال سبب للفقر وعدمهم سبب توفر المال، فأرید قطع هذا التوهم المتمكن بأن اللہ تعالیٰ قدینمی المال مع كثرة العیال التی هی فی الوهم سبب لقلة المال وقد یحصل الاقلال مع العزوبة، والواقع یشهد، فدل علی أن الارتباط الوهمی باطل وأن الغنی والفقر یفعل اللہ تعالیٰ مسبب الأسباب ولاتوقف لهما الاعلی المشیئة، فاذاعلم الناكح أن النكاح لایؤثر فی الاقتدار، لم یمنعه فی الشروع فیه ـــــ وقال بعضهم فی الفرق بین المتزوج والعزب أن الغنی للمتزوج أقرب وتعلق المشیئة أرجی للنص علی وعده دون العزب۔“

اس تفصیل کے چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں:

آپ پر یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ وہ روایتیں جن میں نکاح پر مالداری وتونگری کا وعدہ کیا گیا ہے بہت کثرت سے ہیں۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی وہ ہیں کہ جن کی مدد اللہ تعالیٰ (نے خود) پر واجب (کر لی) ہے، وہ نکاح کرنے والا شخص جس کا مقصد نکاح سے خود کو بے حیائی سے بچانا ہو، دوسرا وہ غلام

جو غلامی کے طوق سے آزادی کی خاطر عقد مکاتب (مالک سے ایک خاص قسم کا مالی عقد) کر کے آزاد ہونا چاہتا ہو، تیسرا وہ مجاہد جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کر رہا ہو۔

(۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا جو اپنی غربت وفقر وفاقہ کی شکایت کر رہا تھا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ نکاح کر لے۔

(۵) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (لوگو!) اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو نکاح کا حکم دیا ہے تو اس حکم کی تکمیل کی خاطر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اس پر اللہ تعالیٰ نے تم سے جو غنی (مال میں وسعت وبرکت کا وعدہ) کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ تم سے کئے گئے اس وعدہ کو پورا کرے گا، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کی برکت سے) انہیں غنی کر دے گا۔

(۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (لوگو!) غنی کو نکاح میں تلاش کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اگر فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کی برکت سے تمہیں) غنی کر دے گا۔

(۷) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کہ رزق نکاح میں تلاش کرو'' اور اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث وآثار ہیں (جن میں نکاح پر غنی کا وعدہ کیا گیا ہے)۔ (روح المعانی: ۱۸/ ۱۴۹)

(۸) وقال أیضاً: ﴿ان یکونوا فقرآء یغنھم اللہ من فضلہ﴾ الظاھر أنہ وعد اللہ عزوجل بالاغناء ـــــ ولایبعد أن یکون فی ذٰلک سدّالباب التعلّل بالفقر وعدہ مانعامن المناکحۃ۔ (روح المعانی: ۱۸/۴۹)

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ جو لوگ غربت کو نکاح سے اجتناب کا بہانا سمجھتے ہیں اور اسے نکاح میں رُکاوٹ سمجھتے ہیں، تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں (اس

عذر کو بنیاد بنا کر نکاح سے اجتناب کرنے کا) دروازہ بند فرما دیا ہے۔

(۹) عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: تزوّجوا النساء فانهن يأتينكم بالمال، رواه البزار ورجاله رجال الصحيح خلا مسلم بن زياده وهو ثقة۔ (مجمع الزوائد: ۴/۲۵۵)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں سے نکاح کرو، اس لئے کہ یہ عورتیں تمہارے مال میں برکت واضافے کا سبب ہیں۔

فائدہ: قال المناوی رحمه الله تعالیٰ فی شرحه: فانهن يأتينكم بالأموال بمعنى أن أدرار الرزق يكون بقدر العيال، والمعونة تنزل بحسب المؤونة، فمن تزوج قاصدا بتزوجه المقاصد الأخروية لتكثير الأمة، لاقضاء الوطر ونيل الوطر، رزقه الله من حيث لايحتسب ــــ قال الحاكم تفرد بوصله مسلم وهو ثقة وأقره الذهبي ــــ قال المصنف وله شواهد منها كبر الثعلبی عن ابن عجلان أن رجلا شكى الى النبی صلى الله عليه وآله وسلم الفقر، فقال عليك الباءة۔ (فيض القدير: ۳/۲۶۹)

(۱۰) ترجمہ: علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث (عورتوں سے نکاح کرو کہ یہ تمہارے مال میں برکت کا سبب ہیں) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ رزق کی تنگی ووسعت کا مدار اہل وعیال (کی کثرت وقلت) پر ہوتا ہے، اور جس پر جتنی ذمہ داریاں ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد بھی اس پر اسی حساب سے نازل ہوتی ہے، لہٰذا جو شخص اُخروی مقاصد کی غرض سے نکاح کرے کہ (مثلاً) اس کا مقصد نکاح سے (اولاد کی کثرت کے ذریعے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) امت کی تعداد بڑھانا ہو، نہ کہ محض خواہش نفسانی پوری کرنا، تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے (ان بیویوں کی تربیت

وپرورش وغیرہ کی خاطر) ایسی جگہوں سے رزق کا انتظام فرمائیں گے کہ جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔

(۱۱) ثعلبی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غربت کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: نکاح کو لازم پکڑو۔ (فیض القدیر: ۳/۲۶۹)

(۱۲) عن الحسن: قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: اطلبوا الفضل فی الباہ، قال وتلا عمر: اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔

ترجمہ: حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’(لوگو!) روزی کو نکاح میں تلاش کرو۔‘‘ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ (اگر یہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں (نکاح کی برکت سے) غنی کردے گا۔

(۱۳) عن قتادۃ أن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال ماأریت مثل رجل لم یلتمس الفضل فی الباہ و اللہ یقول: اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔
(مصنف ابن عبدالرزاق، رقم: ۱۰۳۹۳)

ترجمہ: حضرت قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’میں نے اس جیسا (عجیب وغریب) آدمی نہیں دیکھا جو مالداری کو نکاح میں تلاش نہ کرتا ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: اگر یہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں (نکاح کے باعث) غنی کردے گا۔‘‘

(۱۴) قال الامام الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ: بلغنا أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: ماأریت مثل من ترک النکاح بعد ھذہ الآیۃ: اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ۔ (کتاب الامام: ۵/۱۴۷)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس جیسا (عجیب) شخص نہیں دیکھا کہ جو اس آیت: ''اگر فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نکاح کے باعث غنی کردے گا۔'' کے نازل ہونے کے بعد نکاح نہ کرے۔

علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(۱۵) قولہ تعالیٰ: ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ رزق الزوج ورزق الزوجة، وقال عمر عجبت لمن ابتغى بغير النكاح والله عزوجل يقول: ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾۔

ترجمہ: فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں یوں اضافہ فرماتے ہیں کہ بیوی کے مقدر کی روزی بھی شوہر کو ملنا شروع ہوجاتی ہے۔

فائدہ: کیوں کہ زوجہ کی کفالت شوہر کے ذمے ہے، اسی طرح بچوں کا بھی معاملہ ہے کہ بچوں کی ولادت کے ساتھ ساتھ مال میں برکت ہونا شروع ہوجاتی ہے کہ ان کی کفالت بھی باپ کے ذمہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نکاح کا حکم دیا تو حکم دے کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا، بلکہ جس مخلوق کو بھی اس نکاح کے بعد پیدا کرے گا اس کے رزق کا وعدہ اور ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے، چنانچہ نکاح کرنے والا مرد بس اس کا مکلّف ہے کہ حصولِ رزق کی اپنی حیثیت واستطاعت کے بقدر کوشش جاری رکھے، یعنی خود سے کاہلی اور سستی نہ کرے اور غربت کے خوف سے بیوی اور بال بچوں کی کثرت سے دور نہ بھاگے۔

(۱۶) علامہ بغوی رحمہ اللہ آگے فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو غنی کو نکاح کے علاوہ کسی اور چیز میں تلاش کرتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ''کہ اگر فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کے بعد) غنی

کردے گا۔" (التفسیر البغوی:۳/ ۳۴۲)

(۱۷) حدثنا سعيد قال نا حماد بن زيد عن أيوب قال كان أبو قلابة يحثني على السوق و الضيعة و الطلب من فضل الله عز و جل و كان محمد يحثني على التزويج۔

ترجمہ: ایوب فرماتے ہیں کہ ابو قلابہ مجھے کاروبار، جائیداد اور مال بڑھانے کے دوسرے طریقوں سے اللہ تعالیٰ کا فضل یعنی روزی کی تلاش پر اُبھارا کرتے تھے (اس کے برعکس) محمد (غالباً ابن سیرینؒ مراد ہیں) مجھے نکاح کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ (کتاب السنن:۱/ ۱۶۸)

دورِ نبوت میں مفلس ترین شخص کے نکاح کی ایک عجیب مثال

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں عنوان قائم فرمایا ہے: "باب تزويج المعسر" (تنگدست کی شادی کرانا) اور اس کے جواز پر قرآنِ کریم کی اسی آیت سے استدلال فرمایا، چنانچہ فرماتے ہیں:

(۱۸) باب تزويج المعسر و لقوله تعالىٰ: ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾۔

ترجمہ: تنگدست کی شادی کروانے کا (یعنی اس سے متعلق حدیث والا) باب، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "کہ اگر فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کی برکت) سے انہیں غنی کردے گا"۔

(۱۹) ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک شخص سوال کی غرض سے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس کیا کچھ موجود ہے؟ وہ صحابی ایک پیالہ اٹھالائے کہ میری کل کائنات یہی ایک برتن ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے نیلام کرنا شروع فرمادیا، اسی مجلس میں اسے دو دِرہم میں فروخت کرکے صحابی سے فرمایا کہ جاؤ اس ایک درہم سے فی

الحال بیوی بچوں کے کھلانے پلانے کا انتظام کرو اور دوسرے سے کلہاڑی خرید لاؤ۔ صحابی بازار گئے اور کلہاڑی لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں دستے کو جوڑتے ہوئے فرمایا کہ اب جاؤ اور جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنا شروع کرو (اور اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ پالو اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ)۔

(۲۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! (بسا اوقات) مجھے کسی عورت سے نہ تو نکاح کی حاجت ہوتی ہے اور نہ ہی بیوی سے جماع میں رغبت، مگر اس کے باوجود میں اس سے نکاح کر لیتا ہوں اور خود کو جماع پر آمادہ کرتا ہوں، تاکہ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ کثرت سے اولاد پیدا فرمائے کہ جس کی کثرت خود میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث افتخار ہو سکے۔ (قرطبی: ۹/ ۳۲۸)

یہ اس ''غریب'' کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں کہ جو مسجد میں خطبے کے لئے قیام کرتا، تو اس کے کپڑوں پر لگے ہوئے پیوند کا ہر شخص بآسانی مشاہدہ کرتا تھا، چنانچہ آج یہ قوم دوسروں کو تلقین کرنے لگی کہ جسے مالی وسعت چاہئے وہ نکاح کرلے۔

(۲۱) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! (جس نے مال تلاش کرنا ہو تو وہ) نکاح میں مال تلاش کرے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کہ اگر فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نکاح کے باعث غنی کر دے گا۔ (درِ منثور: ۶/ ۱۸۸)

(۲۲) حضرت معاویہ بن قرۃ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن لوگوں کو خطبہ دیا، اور فرمایا کہ کسی بھی شخص کے لئے ایمان کے بعد اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں کہ اسے اچھے اخلاق اور محبت والی ایسی بیوی مل جائے جو کثرت سے بچے جنتی ہو۔ (ابوداؤد، رقم: ۱۳۲۵)

(۲۳) قال العلامة زاهد الكوثري رحمه الله تعالىٰ: وأما الفقر فليس من موانع النكاح، لا في الواحد ولا فيما زاد عليها الى الأربع بل من بواعثه،

فقال اللہ تعالیٰ:﴿وَ اَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ﴾۔

ترجمہ: علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فقر (غربت) نکاح سے مانع نہیں، نہ تو ایک شادی سے اور نہ ہی چار شادیوں سے، بلکہ غربت تو نکاح پر اور زیادہ برانگیختہ کرنے کا سبب ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ”تمہاری اولاد میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کرادیا کرو، اگر وہ غریب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کی برکت سے) انہیں غنی کردے گا۔“

(۲۴) قال العلامۃ ابن الکثیر رحمہ اللہ تعالیٰ:﴿اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ﴾وقولہ تعالیٰ: الآیۃ، قال علی ابن أبی طلحۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ: رغبھم اللہ فی التزویج و أمر بہ الأحرار ــــــــــــ الخ۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۸۷)

ترجمہ: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت: ”اگر فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کے باعث) تمہیں غنی کردے گا“ کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں: ”تحقیق کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کا (بھی) نکاح فرمایا جس کے پاس سوائے ایک تہبند کے کچھ نہ تھا، اور وہ ایک لوہے کی انگوٹھی تک کا انتظام نہ کرسکے (اس لئے کہ) اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ نکاح کے بعد ان صحابی کے لئے رزق کا ایسا انتظام فرمادیں گے، جو ان کی زوجہ اور خود ان کے لئے کافی ہوجائے گا“۔

(۲۵) قال العلامۃ القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ:﴿وَ اَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ الخ﴾ الآیۃ، فندب تعالیٰ الی انکاح الفقیر ــــــــــــ وھو مندوب الی النکاح۔

ترجمہ: علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ: ”اس

آیت میں اللہ تعالیٰ نے (والدین واولیاء کو ان کی اولاد میں جو غریب وفقیر ہیں تو) ایسے فقیر کے نکاح کروانے کی ترغیب دی ہے..... (چنانچہ شریعت میں) فقیر کو اس کے فقر (وغربت) کے باوجود نکاح کی طرف دعوت دی گئی ہے۔" (تفسیر قرطبی: ۳/ ۱۵۵)

(۲۶) علامہ طبریؒ فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ"۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا اور خوب جاننے والا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی عطاؤں کو اپنے بندوں پر بہت زیادہ خرچ کرنے والے ہیں، چنانچہ (اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ) تم (اپنی اولاد، غلام اور) باندیوں کا نکاح کردیا کرو چونکہ اللہ تعالیٰ وسعت وکشادگی والے ہیں، اس لئے اگر یہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (نکاح کے بعد) اپنے فضل سے کشادگی اور وسعت پیدا کردے گا، نیز یہ جو فرمایا کہ "علیم" ہے تو اس کا مطلب (بھی) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ از خود فقیروں اور مالداروں کے حالات کو جانتا ہے، اور اس پر اپنی مخلوق کے حالات مخفی نہیں۔ (تفسیر طبری: ۱۸/ ۱۲۶)

فائدہ: اللہ تعالیٰ خود بھی جانتا ہے کہ جن کے نکاح کا حکم دیا جارہا ہے وہ غریب ہے یا مالدار؟ تو جب سب کچھ جاننے کے باوجود بھی فقیر کے نکاح کا حکم دے رہا ہے تو یقیناً وہ بہتر سمجھتا ہے، کہ فقیر کے نکاح میں اس "غریب" کا نقصان ہے یا فائدہ۔

ان تمام احادیث میں ذکر کردہ واقعہ کے ایک ایک جزو میں آج کی "تہذیب" اور "ترقی یافتہ" زمانے کے نظریات پر پُرزور رَد ہے، جو نکاح کے معاملے میں وحی کی مکمل اتباع سے روگردانی کرتے ہوئے، اپنی عقلی موشگافیوں میں اُلجھ کر ان تعلیمات میں بیجا تاویلات کرنے والے اُن "سمجھدار" اور "پڑھے لکھے" دینداروں کے جذبات پر بھی ایک زوردار ضرب ہے، جنھوں نے نکاح کو اپنے تمام تر دینی یا دُنیوی کاموں میں دنیا کا سب سے فضول ترین کام قرار دے دیا ہے، اور کسی بھی نوجوان کے لئے اس کام کو غیر معمولی طور پر مشکل بنادیا ہے۔ (ماخوذ اسلام میں ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟: ص ۴۴ تا ۶۰)

آغازِ جوانی میں نکاح کا خیال آتا ہی نہیں اگر آ بھی جائے...

آج اوّلاً تو کسی نوجوان کو ابتدائے جوانی میں نکاح کا خیال آتا ہی نہیں اگر خیال آ بھی جائے تو وہ خود کو مجبور سمجھتے ہیں، گھر والے، باہر والے، کیا سوچیں گے؟ ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم ہی رکھا ہے کہ نکاح کی بات کر رہا ہے، ابھی پڑھنے کی عمر ہے آرام سے پڑھائی کرو، اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ پھر نکاح کرنا، اسلام تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونے سے نہیں روکتا، چنانچہ یہ گوشہ بھی انتہائی توجہ اور غائرانہ نظر کا طالب ہے کہ اسلام نے تعلیم کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا ہے؟ اس کے کیا حدود وحقائق دنیا سے ہم آہنگ ہیں؟

اس سلسلہ میں پہلے تو یہ امر ملحوظ ہونا ضروری ہے کہ فطرت نے مرد وزَن کے درمیان غیر معمولی جنسی کشمکش رکھی ہے، اگر حلال طریقہ سے حاصل نہ ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ نسل نو حرام کی طرف مائل ہو، عربی زبان میں ایک حکیمانہ جملہ ہے "الشباب شعبة من الجنون" یعنی جوانی جنون کا ایک حصہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بچوں میں جوان ہوتے ہی قسم قسم کے جزئیات اور طرح طرح کے خیالات اُبھرنے شروع ہو جاتے ہیں، نوجوان کے لئے یہ عمر نہایت ہی خطرناک اور اہم موڑ ہے، اسی لئے قرآن وحدیث میں "حتى اذا بلغ النكاح" اور "فاذا بلغ فليزوّجه" جیسے الفاظ وارد ہوئے ہیں، یعنی جب بچہ بالغ ہو جائے تو بلا کسی عذر شرعی نکاح میں تاخیر کرنا مناسب نہیں، بچے کو نکاح کے پاکیزہ رشتے میں جوڑ دیا جائے، قبل اس کے کہ وہ شیطانی وساوس کا شکار ہو جائے، اگر بچہ کسی غلط راہ (زِنا وغیرہ) میں لگ گیا اور والدین نے بلا کسی عذر کے نکاح میں تاخیر کی تو اس کا گناہ والدین پر ہوگا۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

اگر جوانی کی ابتدا ہی میں بچہ بگاڑ کی طرف چل پڑے تو پھر اس کو سیدھے راستے پر لانا بہت مشکل ہے، اور پھر عزت کا جنازہ نکلنے کے ساتھ ساتھ جسمانی صحت وقوت

کے ضائع ہوجانے کا بھی سخت خطرہ ہے، یہی ایک موقع ایسا ہے کہ اس میں بگاڑ آنے سے آنے والی پوری زندگی کو تباہ و برباد کردے گا۔

انسانی فطرت میں دو مادّے ودیعت کئے گئے ہیں

(۱) خواہش نفسانی

(۲) محبت وانسیت

جوانی کے شروع ہوتے ہی ان دونوں میں حرکت شروع ہوجاتی ہے، اور فحش فلمیں، ناچ گانے، ننگی تصاویر دیکھنا، اسی طرح جتنی بھی ایسی چیزیں ہیں ان چیزوں سے ان دونوں مادّوں میں بہت زیادہ حرکت اور اُبھار پیدا ہوجاتا ہے، پھر عقل بھی اس موقع پر ناقص ہوجاتی ہے، اس لئے بہت جلد غلط جگہوں پر عشق ومحبت کا تعلق ہوکر، غلط جگہوں پر اپنی خواہش نفسانی پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور بدکاری میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

البتہ اگر کسی غلط جگہ دوستی یاری کا موقع میسر نہ ہو تو اپنی طبیعت کے اعتبار سے بہت زیادہ جری اور بے باک ہوتا جاتا ہے، یا پھر اپنی خواہش کو پورا کرنے کے لئے غلط اور غیر فطری طریقہ تلاش کرتا ہے، اغلام، جلق اور اس طرح کی گندی عادتوں میں پڑکر دین اور دنیا دونوں برباد اور صحت وقوت ختم ہوجانے کا اندیشہ ہوتا ہے، اور مستقبل میں شادی کے لائق نہیں رہتا، اور آہستہ آہستہ پھول کی طرح اس کی زندگی بھی مُرجھا جاتی ہے، نیز اس طرح کی غلط عادتوں سے بہت سی مرتبہ سوزاک اور آتشک جیسی مہلک بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں، اس لئے والدین بڑے حساس رہیں کہ اس عمر میں بچہ پاکیزہ کتابیں اور اچھا لٹریچر دیکھتا رہے، اسی طرح موبائل کا غلط استعمال نہ کریں، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ انسان وہی کام چھپ کر کرتا ہے جسے وہ بُرا سمجھتا ہے، الغرض صالحین کی مجلسوں میں آمدورفت کا سلسلہ رکھے، اللہ نہ کرے اگر اس عمر میں غلط صحبتیں اور بُری عادتیں پڑگئی تو خطرہ ہے کہ موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا ہو

جائے اور جینا مشکل ترین امر ہو جائے۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ بچوں کے متأثر ہونے کے بارے فرماتے ہیں: کہ بچوں کو شریف صالح لوگوں اور علماء کی صحبت میں بٹھایا جائے، بے وقوف اور جاہل لوگوں کی صحبت سے بچایا جائے، اس لئے کہ انسانی طبیعت میں دوسروں کے اندرونی خیالات چُرانے کا مادّہ موجود ہوتا ہے، بُرے دوستوں سے بچوں کو بچانے مقصد کا ان کے اخلاق کی حفاظت ہے، بچے کیلئے اچھے دوستوں اور پاکیزہ ساتھیوں کو چُنا جائے، اس لئے کہ بچہ انہی دوستوں کے اخلاق سے متأثر ہوتا ہے جن کی صحبت میں رہتا ہے اور ان کے اخلاق و عادت کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے، اور اچھے ساتھی کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ بچہ ان کے اخلاق و عادات کو اپنا کر معاشرہ میں کامیاب زندگی گزار سکے۔

مہنگائی میں اضافہ نکاح میں رُکاوٹ کا سبب نہیں

مہنگائی وغیرہ کے خوف سے ایک یا متعدد نکاحوں سے دور بھاگنا شروع کردیں، تو وہ عورتیں جنہیں یہ بیوی بنا کر ان کے لباس، پوشاک اور خوراک وغیرہ کے کفیل بنتے، تو ان نوجوانوں کے نکاح سے دور بھاگنے کے نتیجہ میں یہ تمام تر ذمہ داریاں لڑکیوں کے والدین پر پڑیں گی، اور بسا اوقات تنہاء ایک باپ کو اپنی پانچ پانچ، چھ چھ بیٹیوں کے لباس وخوراک، تعلیم اور علاج معالجہ جیسی ذمہ داریوں کو برداشت کرنا پڑے گا۔ حالانکہ والدین کا ان بیٹیوں سے کم ازکم کوئی دُنیوی مفاد تو وابستہ نہیں ہوتا، لہٰذا والدین پر ان اخراجات کا بوجھ ڈالنا ہرگز مناسب نہیں، بنسبت ان نوجوانوں پر بوجھ ڈالنے کے جو اگر ان عورتوں سے نکاح کرلیں تو انہیں بیوی بنا کر بہت سے حسّی اور واضح منافع اور مصلحتیں حاصل کرسکتے ہیں، مثلاً توالد و تناسل، جنسی تسکین، خدمت وانسیت ومحبت وغیرہ۔

الغرض! لڑکی جب پیدا ہوگئی تو اس پر خرچہ تو ہوگا، اب قابل غور بات یہ ہے کہ خرچ کس پر ڈالا جائے، شریعت کہتی ہے کہ لڑکی جب بالغ ہو جائے تو نہ اس کے باپ

پر اس کے خرچ کی ذمہ داری ڈالی جائے اور نہ خود اس لڑکی پر، بلکہ اس نوجوان پر ڈالی جائے جو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے کے باعث کمانے کی صلاحیت بھی بھرپور رکھتا ہو اور اس لڑکی سے دینی اور دُنیوی مفاد بھی حاصل کرسکتا ہو، اس کے برعکس نکاح کی مخالفت کرنے والے کہتے ہیں کہ یہ سارا خرچہ اس مہنگائی کے دور میں لڑکیوں کے بوڑھے باپوں پر ڈالا جائے، تاکہ لڑکیوں کی پیدائش پر ان کا باپ اپنے بھیانک بُڑھاپے کے تصور سے ہی ماتم کرنے لگے، یا اس لڑکی کو ملازمت پر مجبور کرکے خود اس کو اپنی ذمہ داریاں اٹھانے کا مکلّف بنایا جائے، تاکہ دفتروں میں بے حیائی اور بے شرمی کا ایسا ماحول پیدا ہو کہ چار شادیاں تو ایک طرف، ایک شادی کی رہی سہی رسم بھی ختم ہوجائے، اور دوسری طرف خواتین کے ملازمتوں پر قبضہ کرنے سے مردوں کی بے روزگاری میں مزید اضافہ ہوجائے، اور انہیں بستر پر پڑے پڑے عورتوں کی کمائی کھانے کا ایسا چسکا لگتا چلا جائے، کہ پھر وہ دولت کے حصول کے بعد بھی ان عورتوں کی کفالت کے لئے تیار نہ ہوں۔

یاد رکھئے! یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جس شخص کے کسی عورت کو بیوی بنا کر، جبکہ اس بیوی کے ساتھ بہت سارے واضح اور حسّی منافع وابستہ ہوں، ایسے شخص کیلئے اس عورت پر خرچ کرنا آسان ہوتا ہے بنسبت اس شخص (یعنی باپ و بھائی) کے جن کے ان عورتوں سے یہ منافع وابستہ نہ ہوں، اسی لئے مہنگائی کا بہانہ بنانا یہ سراسر حماقت پر مبنی ہے۔

اگر کوئی نوجوان خواہ وہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو، کسی عورت کا رشتہ میسر آجائے کہ جس عورت کے والدین کسی بھی وجہ سے اپنی بیٹی اسے دینے کے لئے تیار ہوں، تو ایسے نوجوان کو یہ مشورہ دینا کہ مہنگائی کا دور ہے، خرچے کہاں سے پورے کروگے؟ ایسا مشورہ لڑکی اور خود اس کے باپ پر ظلم کے ساتھ ساتھ قوم کے ساتھ انتہائی احمقانہ قسم کی خیر خواہی کے مترادف ہے۔

یہ وظیفہ اور ذمہ داری لڑکی یا اس کے باپ کی ہے کہ وہ دیکھے کہ متوقع داماد اس

لڑکی کو زوجہ بنانے کے بعد اس کے مناسب نان ونفقہ ادا کرسکے گا یا نہیں، اس کی رضا کے بعد کسی دوسرے کی دخل اندازی مرد کی نسبت عورت پر زیادہ ظلم ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ شریعت نے لڑکی کے باپ کو بھی متوقع داماد کی غربت کے باعث نکاح میں غیر معمولی تاخیر سے روکا ہے، اور انہیں اس بارے میں زیادہ ''نخروں'' سے روکا گیا ہے، اور انہیں یہ امید دلائی گئی ہے کہ اگر کوئی لڑکا اچھے خاندان واچھے اخلاق کا مالک ہے، تو محض اس کی غربت کی بنا پر لڑکی کو گھر بٹھائے رکھنا اور محض اس بنا پر اس کے نکاح میں غیر ضروری تاخیر کرنا شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں۔

جیسا کہ حدیث میں ہے: ''قال النبی ﷺ: اذا خطب الیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه، ان لاتفعلوا تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض۔ (ترمذی شریف) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جب تمہاری طرف کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے، جس کے دین واخلاق سے تم راضی ہو تو (اس کا پیغام قبول کرکے اپنی بیٹیوں / بہنوں) کا اس سے نکاح کردیا کرو، اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ اور بہت بڑا فساد پھیلے گا۔ (ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟: ص ۶۲ تا ۶۳)

کیا نکاح تعلیم میں حرج ہے؟

اس بات کو اگر تسلیم کرلیا جائے کہ نکاح تعلیم میں حرج کا سبب ہے، تو پھر بھی شریعت کی یہی تعلیم ہے کہ نکاح کو تعلیم پر مقدم رکھا جائے، کیوں کہ رب کی خوشنودی کے لئے اگر حصولِ علم مقصود ہے تو اس کی خوشنودی نکاح میں زیادہ ہے، کیوں کہ نکاح کرنے سے انسان بہت سے گناہوں سے محفوظ ہوجاتا ہے اور گناہ سے بچنا فرض عین ہے، نیز تعلیم کا سیکھنا اس صورت میں فرضِ کفایہ ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: ''العلم علمان، علم الابدان وعلم الادیان'' (موضوعات الصغانی: ۳۸، ملا علی قاری: ۲۴۷) ترجمہ: علم دو ہی طرح کے ہوتے ہیں

(۱)علم دین (۲)علم بدن۔

الغرض! گناہ سے بچنے کے لئے دورانِ تعلیم نکاح کرنا آسان راستہ ہے، اور حدیث میں آتا ہے کہ "فانه اغض للبصر "(بروایت عبداللہ ابن مسعودؓ) نکاح کرو اس سے تمہاری نگاہیں جھک جاتی ہیں یعنی نگاہیں گناہوں سے محفوظ ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ وہ گناہ سے نہ بچ سکے گا تو اس کو چاہیئے کہ نکاح کرلے، کیوں کہ نکاح کی تاخیر سے پیدا ہونے والے فتنے تعلیم میں حرج والے فتنے سے زیادہ ہیں۔

ان فتنوں سے بچنے کی غرض سے صحیح اور شریعت کے مزاج سے میل کھاتا ہوا درست طریقہ یہ ہے، کہ نکاح کرنے والے شخص اور بال بچوں والے افراد کو اِن کے مختلف دینی یا دُنیوی کاموں میں غفلت اور لا پرواہی سے بچانے کی خاطر یہ تو بار بار اور ضرور یاد کرایا جائے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی تنبیہات فرمائی ہیں) کہ یہ بیوی اور بچے آزمائش ہیں «اِنَّمَآ اَمۡوَالُکُمۡ وَاَوۡلَادُکُمۡ فِتۡنَةٌ» (التغابن: ۱۵) ترجمہ: تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے ایک آزمائش ہے۔ لہٰذا ان میں مشغول ہوکر اہم کاموں (علم دین) سے غافل نہ ہونا چاہیئے، ساری توانائیاں انہیں پر خرچ نہ کر بیٹھنا وغیرہ وغیرہ۔ مگر اس قسم کے فتنوں کے خوف سے طلبہ یا عام نوجوانوں کو نکاح ہی نہ کرنے دینا، یا بالغ ہونے کے بعد کئی کئی سال تک نکاح کو مؤخر کر کے رکھ دینے کا مشورہ دینا اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے یکسر خلاف ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر قوم کے نوجوان عمومی سطح پر مختلف فتنوں کے خوف سے نکاح ہی میں تاخیر کرنے لگیں، تو بے حیائی و فحاشی نیز صحت کی ایسی بربادی جس کا پھر تادم حیات ازالہ نہیں ہوسکتا، ان نقصانات کے علاوہ اس قوم کی عورتوں کا بیڑا غرق ہونا شروع ہوجائے گا، بچیوں کے والدین بھی اپنی بچیوں کو اتنے عرصے گھروں میں بٹھائے رکھنے پر مجبور ہوجائیں گے، اور جب یہ طلبہ حصولِ علم کی "احسن طریقے" سے تکمیل کر کے فارغ ہوں گے، تو اس دوران معاشرے کی بہت سی لڑکیوں کو بھی رشتوں کے حصول کے لئے

اتنا ہی انتظار کرنا پڑے گا۔

یاد رکھئے دینی علم حاصل کرنے والا طالب علم اگرچہ بالغ ہو اس کا نفقہ والد کے ذمہ ہے "قال العلامه حصكفي و كذا تجب النفقة لولده الكبير العاجز عن الكسب (الیٰ ان قال) وطابع علم لايتفرغ لذالک" (ردالمحتار: ۳) جس سے بہت سے فتنے جنم لیں گے اور یہ محض فرضی باتیں ہی نہیں، اگر قوم کے حالات میں آپ غور کریں گے تو مشاہدہ پر مبنی یہ سب باتیں آپ کو پُرحقیقت اور ناقابل انکار "سچ" نظر آئیں گی۔ (ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟: ص ۵۵ تا ۵۶)

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی بیٹی کی شادی کیسے ہوئی

محمد قاسم ہندوستان کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں رہتے تھے، ایک روز دوپہر کو گھر میں آئے اور صحن میں بچھے ہوئے پلنگ پر بیٹھ گئے، دوپہر کا کھانا نکالتے ہوئے بیوی نے کہا اجی بچی کی شادی (بیاہ) کی بھی کچھ فکر کیجئے، بچی تھوڑی دور باورچی خانے کے چبوترے پر بیٹھی دال دھورہی تھی، محمد قاسم نے ایک نظر بچی پر ڈالی، بیوی نے ابھی پلنگ پر دسترخوان بچھایا ہی تھا کہ محمد قاسم پیر میں جوتے ڈال کر باہر چلے گئے، بیوی کہتی رہ گئی کہ کھانا تو کھالیتے، بیٹھک میں آکر محمد قاسم نے کسی سے کہا ذرا مولوی عبداللہ کو بُلا لاؤ، عبداللہ ان کے بھانجے تھے اور ابھی مدرسہ میں پڑھ رہے تھے، قریب ہی ایک کرایہ کے کمرے میں رہتے تھے، ماموں کا پیغام ملا تو بھاگے ہوئے آئے، وہ کپڑے تو صاف ستھرے پہنے ہوئے تھے مگر پائجامہ کے ایک پائینچے میں کھونچا لگا ہوا تھا، اور کچھ لکھنے کے دوران دوات اُلٹ جانے کی بنا پر قمیص کے دامن پر روشنائی کا ایک چھوٹا سا نشان پڑ گیا تھا۔

محمد قاسم نے بھانجے سے کہا میاں تم نے اپنی شادی کے بارے میں کچھ سوچا، ماموں کے سوال پر مولوی عبداللہ کچھ سٹپٹا سے گئے، عبداللہ نے جواب دیا بزرگوں کی

موجودگی میں بھلا میں کیا سوچوں، تو اکراماً (بنت قاسم) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تمہاری مرضی ہو تو تم دونوں کا نکاح پڑھا دیا جائے، عبداللہ نے لمحہ بھر سوچا، ماموں جی آپ اور ابا جی جو بھی فیصلہ کریں گے اس سے مجھے انکار کی مجال نہیں، محمد قاسم کے بہنوئی انصار علی اپنی ملازمت کے سلسلے میں وطن سے بہت دور گوالیار میں رہتے تھے، انہوں نے قاسم سے کہہ رکھا تھا کہ کوئی مناسب رشتہ سامنے آئے تو عبداللہ کی شادی کر دیجئے گا۔

اپنے بھانجے کا جواب سن کر محمد قاسم نے اسے وہیں ٹھہرنے کو کہا اور اندر گھر میں چلے گئے، وہاں بیوی کو مخاطب کیا اکراماً کے لئے مولوی عبداللہ کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ گھر کا بچہ ہے، کچھ دیکھنا بھالنا ہے تو نہیں، تمہاری مرضی ہو تو نکاح پڑھ دیا جائے، محمد قاسم کی بیوی کو بھی تجویز مناسب لگی، دونوں میں اتفاقِ رائے ہو گیا، تو محمد قاسم بیٹی کے پاس آئے، وہ ابھی تک دال دھونے میں مشغول تھی، وہ وہیں بیٹی کے پاس اُکڑوں بیٹھ گئے۔

بیٹی! ہم نے سوچا ہے کہ مولوی عبداللہ سے تمہارا نکاح پڑھا دیں، مگر پہلے تم بتاؤ تمہاری مرضی کیا ہے، اکراماً شرم کے مارے دہری ہو گئی، گھٹنوں میں منہ چھپا لیا، محمد قاسم کی بیوی نے کہا اجی توبہ ہے، بچیوں سے بھلا یوں شادی بیاہ کی بات کیا کرتے ہیں کیا؟ کیوں اس میں کیا عیب ہے، شرعِ کاملہ ہے، بچی کی رائے پوچھنی لازم ہے، شرع کے معاملہ میں کیا شرم، اگر اکراماً کی رائے نہ ہو تو کوئی اور صورت دیکھیں گے، مگر جس طرح مولوی عبداللہ کی مرضی معلوم کی ہے، اسی طرح ضروری ہے کہ اکراماً کی رائے بھی معلوم ہو جائے۔

محمد قاسم کی بیوی نے کہا باحیا بچیاں منہ پھاڑ کے ہاں نہیں کیا کرتی، انکار ہوتا تو وہ میری طرف دیکھتی یا اُٹھ کر کمرے میں چلی جاتی، اس طرح میں اس کا عندیہ سمجھ لیتی، ان معاملات میں بچیوں کی خاموشی ہی ان کی رضامندی ہوتی ہے، اسے بھی مولوی

عبداللہ کی طرح بھلا کیا اعتراض ہوگا، بیوی کی بات سن کر محمد قاسم اُٹھے اور باہر چلے گئے، بیٹھک میں عبداللہ ماموں کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، وہاں دو چار لوگ اور بھی موجود تھے، محمد قاسم نے ان کو بُلایا اور کہا: میں مولوی عبداللہ کا نکاح اپنی بیٹی اُمۃ الاکرام سے کر رہا ہوں، انہوں نے ان میں سے ایک آدمی کو دو پیسے دیکر کہا نکّڑ کی دُکان سے تھوڑے سے چھوہارے لے آؤ، انہی حاضرین میں سے دو گواہ بن گئے، ذرا سی دیر میں نکاح پڑھا دیا گیا، پھر محمد قاسم نے دُلہے میاں سے کہا باہر جا کر ایک ڈولی لے آؤ اور اپنی بیوی کو لیکر اپنے گھر جاؤ، ڈولی آ گئی تو محمد قاسم پھر گھر میں آئے اور بیٹی کے پاس گئے، جو ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد ابھی جائے نماز ہی پر بیٹھی تھی۔

بیٹی! اللہ کا شکر ہے میں تمہارے فرض سے سبکدوش ہوگیا، مولوی عبداللہ ڈولی لئے باہر تمہارے منتظر ہیں، اب تم ان کے ساتھ اپنے گھر جاؤ، محمد قاسم کی بیوی نے کہا ارے ایسا چٹ پٹ شادی بیاہ کر دیا، مجھے کچھ تو مہلت دی ہوتی کہ بچی کے دو چار جوڑے کپڑے بنا دیتی، کم از کم نکاح کے وقت تو اچھے کپڑے بدلوا دیتی، کیوں؟ ان کپڑوں میں کیا عیب ہے، کیا ان میں وہ نماز نہیں پڑھ سکتی، بھلا وہ نماز کیوں نہیں پڑھ سکتی، ابھی تو اس نے ظہر کی نماز پڑھی ہے انہی کپڑوں میں، تو بس نماز کے کپڑوں سے اچھا جوڑا اور کون سا ہوگا، رہی بات بچی کو کچھ دینے دِلانے کی تو کوئی ضروری ہے کہ آج ہی دیدو، تمہاری بیٹی ہے اور مولوی عبداللہ بھی تمہارا ہی بیٹا ہے، ان کے لئے کیا تکلف کرنا، ہاں گھر کی ضرورت کا سامان جب چاہو بھجوا دینا۔

اسی اثنا میں ماں نے اکراماً کو برقعہ اُڑھایا، دعاء دی، باپ نے سر پر ہاتھ رکھا اور لے جا کر ڈولی میں بٹھا آئے، لے جاتے ہوئے بیٹی کو زندگی، شوہر کے حقوق اور گھریلو کام کی ذمہ داریوں کے بارے میں نصیحتیں کرتے رہے، اِدھر ڈولی روانہ ہوئی، اُدھر ماں نے نائی کے ہاتھ بیٹی کے روز کے کپڑوں کی پوٹلی اور کھانا پکانے اور

کھانے کے چند برتن بھیج دیے، بس یہی کل جہیز تھا، اگلے دن محمد قاسم نے بیٹی داماد کو گھر پر بلایا، گھر میں جو سالن روٹی پکا ہوا تھا باہر لیکر آئے، اور جو لوگ بیٹھک میں موجود تھے، ان سے کہا بھائی یہ مولوی عبداللہ کا ولیمہ ہے، ان کے ابّا تو گوالیار میں ہیں وہ تو گرمی کے موسم ہی میں آئیں گے، مدرسہ کی چھٹی ہوگی تو مولوی عبداللہ بیوی کو لیکر اپنی ماں سے مل آئیں گے۔

مولوی عبداللہ کی والدہ محمد قاسم کی خالہ زاد بہن تھی، اور قریب کے دوسرے قصبہ میں رہتی تھی، یہ واقعہ ہے دیوبند کا، محمد قاسم بعد میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نام سے مشہور ہوئے، دارالعلوم دیوبند کے بانی، ان کے بھانجے مولوی عبداللہ اسی دارالعلوم دیوبند میں پڑھتے تھے، یہاں سے فارغ ہوکر وہ علی گڑھ کے ناظم دینیات بنے۔

ہمارے بڑوں کا کم عمری اور طالب علمانہ زندگی میں نکاح

(۱) حضرت مولانا اسیر ادرویؒ کا پہلا نکاح کم سنی میں ہوا، اور دوسرا نکاح ۱۷ رسال کی عمر میں کیا، اور بعد میں آپ نے تیسرا بھی نکاح کیا۔ (داستان ناتمام: ص ۹۲-۱۴۱)

(۲) حضرت مولانا ابوالمحاسنؒ سید محمد سجاد (ناظم اعلیٰ جمعیۃ علمائے ہند، نائب امیر شریعت) کا پہلا نکاح ۱۸ رسال کی عمر میں ہوا، مزید آپ نے دو نکاح یعنی کل تین نکاح کئے۔ (حیات سجادؒ: ص ۱۴۶)

(۳) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا نکاح ۲۱ رسال کی عمر میں ہوا، اور حضرت نے نکاح کے بعد قرآنِ مجید حفظ کیا۔ (تذکرۃ الرشید: ۱/ ۳۹)

(۴) حضرت مولانا سید احسن مناظر گیلانیؒ کی فراغت ۲۲ رسال میں ہوئی، اس کے بعد آپ نے نکاح کیا۔ (شخصیت وسوانح حضرت مولانا احسن گیلانیؒ: ص ۱۳)

(۵) حضرت مولانا سید احمد شہیدؒ کا نکاح ۲۱ یا ۲۲ رسال کی عمر میں ہوا۔ (سیرت سید احمد شہیدؒ: ج ۱/ص ۱۲۹)

(۶) حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے دوسرا نکاح ۲۳؍سال کی عمر میں کیا۔(تذکرہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی:ص ۲۳۸)

(۷) حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کا نکاح ۲۴؍سال کی عمر میں ہوا۔

(آپ بیتی:ص ۱۷۴)

(۸) حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے ۱۸؍سال کی عمر میں نکاح کیا۔

(سوانح مولانا رومیؒ:ص ۱۴)

(۹) حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ کا نکاح ۲۰؍سال کی عمر میں ہوا۔

(حیاتِ طیبؒ:ج ۱/ص ۸۶)

(۱۰) حضرت شیخ عبدالحق اعظمیؒ کا پہلا نکاح ۱۶؍سال کی عمر میں ہوا جب آپؒ مالابدمنہ وغیرہ کی کتابیں پڑھتے تھے،اس کے بعد مزید آپ نے دو نکاح یعنی کل تین نکاح کئے۔(حضرت شیخ عبدالحق اعظمیؒ:ص ۱۹)

(۱۱) حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے والد سید حبیب اللہؒ کا نکاح ۱۸؍سال کی عمر میں ہوا۔(نقوشِ حیات:ج ۱/ص ۳۵)

(۱۲) حضرت مولانا سید احمد مدنیؒ ابن سید حبیب اللہؒ کا نکاح ۱۵؍سال کی عمر میں ہوا۔(نقوش حیات:ج ۱/ص ۴۰)

(۱۳) حضرت مولانا وحیدالزماں بن مسیح الزماں نے ۲۱؍سال کی عمر میں نکاح کیا۔(حیات وحیدالزماں:ص ۳۳)

(۱۴) حضرت علامہ اقبالؒ نے ۱۶؍سال کی عمر میں پہلا نکاح کیا اور اس کے بعد مزید دو یعنی کل تین نکاح کئے۔(اقبال کے حضور مصنف سید نذیر نیازی)

(۱۵) حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ (بانی وامیر اول عالمی مجلس علمائے اہل سنت پاکستان) نے ۲۳؍سال کی عمر میں نکاح کیا۔(خطبات دین پوری:ج ۱/ص ۸)

(۱۶) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے دو نکاح کئے، پہلا نکاح ۲۰/سال کی عمر میں کیا۔ (آپ بیتی: ص ۲۴۰)

(۱۷) حضرت جی مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ کا نکاح طالب علمانہ زندگی میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر ۱۹/سال تھی۔ (آپ بیتی: ج ۱/ص ۲۴۵)

(۱۸) حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ کا نکاح طالب علمانہ زندگی میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر ۱۸/سال تھی۔ (آپ بیتی: ج ۱/ص ۲۴۵)

(۱۹) حضرت مولانا ہارون صاحب کاندھلویؒ کا نکاح ۲۲/سال کی عمر میں ہوا۔

نوٹ: یاد رہے کہ حضرت مولانا طلحہؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عاقل صاحب حفظہ اللہ اور حضرت ہارونؒ کا نکاح ایک ہی مجلس میں ۷/ذی الحجہ ۸۰ھ صبح ۹/بجے حضرت جی یوسفؒ نے پڑھایا تھا۔

(۲۰) حضرت مولانا محمد یونسؒ (پونہ) نے طالب علمانہ زندگی میں نکاح کیا، اس وقت آپ کی عمر ۲۰/سال تھی اور نکاح کے بعد مزید چار سال پڑھتے ہی رہے۔
(سوانح حضرت مولانا محمد یونسؒ (پونہ): ص ۶۵)

(۲۱) حضرت مولانا عبداللہ کاپودرویؒ کا نکاح ۲۲/سال کی عمر میں ہوا، اس کے بعد تین سال درس وتدریس واسفار اور زراعت کے کام میں مشغول رہے، اور پھر دارالعلوم دیوبند میں جاکر دو سال سماعت کی۔ (صدائے دل: ج ۱/ص ۷۷)

(۲۲) شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوریؒ کا نکاح ۲۵/سال کی عمر میں ہوا۔

(۲۳) عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفیؒ (خلیفہ ومجاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) کا نکاح طالب علمانہ زندگی میں ہوا، جب آپ ۲۵/سال کی عمر کے آس پاس تھے۔ (سوانح وتعلیمات حضرت عارفیؒ: ص ۲۹)

(۲۴) حضرت مولانا وسیم صاحبؒ (شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ) کا نکاح ۱۹؍سال کی عمر میں ہوا۔

(۲۵) حضرت مولانا اسماعیل بن حافظ ملاؒ (موٹا) نے دو نکاح کئے، پہلا نکاح ۲۲؍سال کی عمر میں کیا۔ (حیات اسماعیلؒ: ص ۳۴)

(۲۶) حضرت مولانا سید سلمان صاحبؒ (سابق ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور) نے ۲۱؍سال کی عمر میں نکاح کیا۔ (آپ بیتی: ص ۲۴۵)

(۲۷) حضرت مولانا وحید الدین خانؒ ابن فرید الدین خانؒ کا نکاح ۱۷؍سال کی عمر میں ہوا۔ (وحید الدین خانؒ کا تعارف، مصنف عبد الرب نشتر دربھنگوی)

(۲۸) داعیٔ کبریٰ یوسف بھائیؒ (ممبئی) ٹیکسی والے کا نکاح ۲۰؍سال کی عمر میں ہوا۔

(۲۹) حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوریؒ نے طالب علمانہ زندگی میں ۱۷؍سال کی عمر میں نکاح کیا، اور رُخصتی ۲۱؍سال کی عمر میں ہوئی، اور نکاح کے چھ سال بعد فراغت حاصل کی۔ (سوانح حضرت مولانا محمد عمر پالن پوریؒ: ص ۶۴، ۶۹)

(۳۰) حضرت مولانا قاضی اطہر مبارک پوریؒ کا نکاح ۲۱؍سال کی عمر کے قریب قریب ہوا۔ (پس مرگ زندہ)

(۳۱) حضرت مولانا قاری محمد صدیق صاحب باندویؒ کا نکاح ۲۳؍سال کی عمر میں ہوا۔ (پس مرگ زندہ: ص ۴۹۲)

(۳۲) حضرت مولانا سید محمد شمس الحق ویشالیؒ نے پہلا نکاح ۲۳؍سال کی عمر میں کیا، اور اس کے بعد مزید دو نکاح یعنی کل تین نکاح کئے۔ (پس مرگ زندہ: ص ۷۹۶)

(۳۳) سابق شیخ الحدیث مولانا محمد اسحاق صاحب میواتیؒ (م ۱۹۹۶ء) کا نکاح ۱۷؍سال کی عمر میں ہوا، جب آپ مشکوٰۃ شریف پڑھتے تھے۔ (محافظ ربانی بتاریخ مدرسہ عبد الرب دہلی)

(۳۴) حضرت غوثؒ کا نکاح ۲۵؍سال کی عمر کے آس پاس ہوا۔ یہ ۱۹۴۷ء کی

آزادی کے بعد حضرت سید ظہور صاحب نے آپ کو جمشید پور کا امیر (دعوت وتبلیغ کا ذمہ دار) منتخب کیا، قریب نصف صدی تک آپ امیر رہے۔ (متوفی ۲۰۰۱ء)

(۳۵) حضرت جی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی حفظہ اللہ (امیر تبلیغی جماعت حضرت نظام الدین مرکز) کا نکاح ۲۵ رسال کی عمر میں ہوا۔

(۳۶) فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی حفظہ اللہ کا نکاح ۲۳ر سال کی عمر میں ہوا۔

(۳۷) حضرت مولانا عبداللہؒ (داماد حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ) کا نکاح طالب علمانہ زندگی میں ہوا۔

(۳۸) شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری حفظہ اللہ کا نکاح طالب علمانہ زندگی میں ہوا، جب آپ سالِ پنجم میں تھے۔

(۳۹) حضرت مولانا صلاح الدین سیفی نقشبندی حفظہ اللہ کا نکاح ۲۵ رسال کی عمر میں ہوا۔

(۴۰) حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب حفظہ اللہ کا نکاح ۲۳ رسال کی عمر میں ہوا۔ (مہتمم ادارہ جمعیۃ شاہ ولی اللہ پھلت، مظفر نگر)

(۴۱) میرے استاذ محترم حضرت مولانا ظفر الدین حفظہ اللہ (صدر مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی) کا نکاح ۱۷ رسال کی عمر میں ہوا، جب آپ نحو میر پڑھتے تھے۔

○ اسی طرح دار العلوم دیوبند کے چند موجودہ اساتذہ کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۴۲) حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی صاحب حفظہ اللہ (نائب شیخ الحدیث ومہتمم دار العلوم دیوبند) کا نکاح ۲۲ رسال کی عمر میں ہوا۔

(۴۳) شیخ الحدیث حضرت مولانا قمر الدین صاحب حفظہ اللہ کا نکاح ۱۷ر سال کی عمر میں ہوا، اس کے بعد مزید آپ پانچ سال تک پڑھتے ہی رہے۔

(۴۴) حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی حفظہ اللہ کا نکاح ۲۰ ؍سال کی عمر میں ہوا، نکاح کے بعد مزید آپ نے دو تین سال پڑھا۔

(۴۵) حضرت مولانا امین صاحب پالن پوری حفظہ اللہ نے ۱۹ ؍سال کی عمر میں نکاح کیا، اور اس کے بعد مزید چند ماہ پڑھتے ہی رہے۔

(۴۶) حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری حفظہ اللہ (خلیفہ ومجاز حضرت پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی) کا نکاح ۲۵ ؍سال کی عمر میں ہوا۔

(۴۷) حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب گونڈوی حفظہ اللہ نے ۲۲ ؍سال کی عمر میں نکاح کیا، اور نکاح کے بعد ایک سال تک پڑھتے ہی رہے۔

(۴۸) حضرت مولانا احمد صاحب حفظہ اللہ کا نکاح افتاء میں ہوا، جب آپ کی عمر ۲۱ یا ۲۲ ؍سال تھی۔

(۴۹) حضرت مفتی راشد صاحب اعظمی حفظہ اللہ کا نکاح سال سوم میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر ۱۹ ؍سال تھی اور نکاح کے بعد مزید چھ سال تک پڑھتے رہے۔

(۵۰) حضرت مولانا افضل صاحب کیموری حفظہ اللہ کا پہلا نکاح ۱۷ یا ۱۸ سال کی عمر میں ہوا، پھر آپ قریب ۱۲ ؍سال تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔

بروقت نکاح نہ کرنے کے مفاسد، سد باب اور اسباب وعلاج

شادی ایک پاکیزہ اور مقدس بندھن ہے جس سے کئی رشتے وجود میں آتے ہیں، اس لحاظ سے اگر شادی کو تمام انسانی رشتوں کی ماں کہا جائے تو نا مناسب نہ ہوگا، شادی اگر مناسب وقت پر کی جائے تو بہتر، افضل وخیر ہے، اور تاخیر سے کی جائے تو کئی ایک مسائل کو اپنے ساتھ لے آتی ہے، شادی اگر بروقت ہو تو اس سے وجود میں آنے والا خاندان اپنے فرائض بہتر انداز میں سرانجام دے سکتا ہے۔

اسلام نے شادی کے سلسلے میں بہت زیادہ تاکید کی اور اسے انسانی سماج کی

بنیادی ضرورت قرار دیا ہے، نیز مرد وعورت کی تکمیل کا ذریعہ گردانتے ہوئے اپنے وقت پر انجام دینے پر زور دیا ہے، بلکہ اسے آسان تر بنانے کی تاکید اسلامی تعلیمات میں جا بجا دیکھنے کو ملتی ہے۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: "وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ" ترجمہ: اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم میں سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کے پاس جا کر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیے، یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔

قرآن میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ سرپرستوں سے خطاب فرما رہا ہے: "وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ" (النور:۳۲) ترجمہ: تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں بھی جو اس لائق ہوں ان کا بھی اگر وہ مفلس (فقیر) ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے خوب جاننے والا ہے۔ (بیان القرآن)

لہٰذا سرپرستوں کو چاہئے کہ وہ اپنی زیر ولایت (Guardian) غیر شادی شدہ لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی کی تدبیر و سعی کریں، رشتوں کی تلاش و جستجو میں لگے رہیں، شرعی طور پر قابل قبول رشتے کی فراہمی کے باوجود ان کی شادی میں تاخیر ہرگز نہ کریں، اور اس سلسلے میں ہر ممکنہ معاونت ان کے لئے بہم رکھیں، اور جب بھی ان کے زیر نگرانی لڑکے یا لڑکیاں شادی کی عمر کو پہنچیں، تو غیر ضروری معاملات کو بنیاد بنا کر ان کے نکاح میں تاخیر نہ کریں کہ ان کی عمر ڈھلنے لگے۔

دورِ حاضر میں ثقافتی یلغار نے نوجوانوں کے طرزِ زندگی کو یکسر تبدیل کر دیا ہے، ثقافتی یلغار کے زیر اثر رہن سہن میں تبدیلی کا ایک راست نتیجہ یہ بھی نکلا کہ رشتۂ ازدواج میں وہ جاذبیت بہت حد تک پھیکی پڑ گئی، جو پہلے پہل زندگی میں حرارت کا ایک بہت بڑا منبع ہوا کرتی تھی، کیا وجہ ہے کہ کچھ عرصہ پہلے جواں جوڑے شادی بیاہ کے لئے ترستے تھے، لیکن آج کل معاملہ بالکل برعکس ہے۔ اب تو ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے نکاح بیشتر جواں لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے ایک ناگزیر بلا ہے، جو چاہتے نہ چاہتے ان کے گلے پڑ ہی جاتی ہے۔

والدین بھی اپنی اولاد کے لئے بہتر سے بہتر شریک حیات کی تلاش کرنے کی جستجو میں کئی معقول اور قابل قبول رشتے ٹھکرا دیتے ہیں، جس سے بچیوں کی عمر بڑھتی چلی جاتی ہے لیکن ان کا کفو نہیں ملتا، والدین کو اپنی غلطی کا احساس تب ہوتا ہے جب موزوں رشتے ہاتھ سے نکل چکے ہوتے ہیں۔ جہیز اور بیجا اخراجات کے علاوہ ہماری نوجوان نسل شادی کو ایک بوجھ سمجھنے لگی ہے، اس لئے وہ جتنا عرصہ اس کے لئے ممکن ہو خود کو اس سے دور ہی رکھنا چاہتی ہے، نوجوانوں کے ذہنوں میں پل رہی سوچ کے مطابق انہیں اپنی زندگی کو اپنی مرضی سے جینے کی آزادی نہیں ملتی، اور جب وہ شادی کرنے کو آمادہ بھی ہوتے ہیں تو شریک حیات کے انتخاب سے متعلق بھی ان کے بیجا مطالبات کی لمبی فہرست ہوتی ہے، جن کو پورا کرنے کے لئے عمرِ خضر درکار ہے۔

والدین بھی اپنے لاڈلوں کی یہ بیجا فہرست لے کر جب ان کی پسند کا رشتہ ڈھونڈنے میں مصروف ہوجاتے ہیں، تو انہیں تلاش بسیار کے باوجود کہیں سے بھی وہ شرطیں پوری ہوتی نظر نہیں آتیں۔ اس طرح زندگی کے کچھ اور بیش قیمتی سال رائیگاں ہوجاتے ہیں اور رشتۂ ازدواج میں بندھنے کی بہترین عمر ڈھلنے لگتی ہے۔ علامہ ابن حجر اور علامہ نووی رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ جوانی کی صحیح عمر پندرہ سے تیس سال ہے۔

آج کل نوجوانوں کے مابین اپنے جنس مخالف کے ساتھ ناجائز دوستیاں اور غیر مشروع تعلقات بھی نکاح سے کراہت کا ایک سبب ہے، اور اسی طرح غیر ضروری مشاغل میں اپنے بیش قیمتی وقت کی بربادی، تباہ کن گناہوں کا شکار ہونا، پڑھائی اور کام میں دل نہ لگنا اور پھر مختلف قسم کی نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہونا چند ایک ایسی وجوہات ہیں کہ جن سے اس کارِ سعید میں دیر ہوجاتی ہے۔ شادیوں میں تاخیر اب آہستہ آہستہ ایک سماجی ناسور بن چکا ہے، جس نے ہمارے معاشرتی ڈھانچے میں دراڑ پیدا کرکے اسے زمین بوس کی راہ ہموار کی ہے، کبھی تو ہمارے اپنے تصورات، کبھی ہماری بیجا خواہشات رکاوٹ بنتی ہیں، کبھی ہمارے رسم ورواج، کبھی ہمارے بیجا توقعات ہم کو آگے بڑھنے سے روک دیتے ہیں، کبھی یہ غلط تصور کہ جلدی شادی تعلیم میں اور آگے بڑھنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔

ایک طرف ہر طرح کی آزادی، مخلوط تعلیم، بے پردگی، تعلقات وروابط میں کوئی رکاوٹ نہ ہونا، بڑھتی ہوئی عریانیت، موبائل کا بے جا استعمال، سوشل میڈیا کا بغیر کسی اخلاقی ضابطہ کے استعمال بھی چند ایک ایسے مسائل ہیں جو اس بنیادی مسئلہ کے ساتھ مربوط اور مرتبت ہیں، نتیجتاً بعض نوجوان گناہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ اس طرح کی صورتِ حال بدکاری اور فحاشی کو فروغ دینے میں جلتے پر تیل کا کام کرتی ہے، جبکہ اسلام میں نہ صرف زنا سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے بلکہ اس کے اسباب سے بھی دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

ظاہر سی بات ہے خدا نے تزویج کی خواہش مرد وعورت دونوں کے وجود میں رکھی ہے اور جو شخص ازدواجی تعلق سے رغبت نہ رکھتا ہو تو وہ گویا اپنی فطرت سے ہی پنجہ آزمائی کررہا ہے، کیوں کہ اس فطری خواہش کو پورا کرنے کے لئے صحیح وجائز راستہ صرف شادی کی شکل میں رکھا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق

شادی سے دو شخص ہی گریز کرتے ہیں ایک نامرد دوسرا بدکار۔ والدین کی جانب سے اپنی اولاد کے تئیں بیجا لاڈ پیار، تعلیمی مصروفیات، مالی حالت، ثقافت، حسن اور دولت کی ترجیح، کم عمر کی ترغیب، وہم وخوف، عریانیت جیسے اور بھی اسباب ہیں جن کی طرف اشارۃً ہی فی الوقت قارئین کی توجہ مبذول کی جاسکتی ہے۔ ان سب وجوہات سے ہمارے معاشرے میں آئے دن بڑھتی ہوئی عمر کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ نوجوان نسل تباہی کے دہانے کی جانب تیز رفتاری سے چلی جارہی ہے، جس کے نتائج ہمارے سامنے آئے دن ظاہر ہورہے ہیں۔ ہمارا سماج روز بہ روز بد سے بدتر ہوتا جارہا ہے اور ہم بے حس اور بے روح دیکھتے جارہے ہیں۔

بندہ کی رائے ہے کہ ہم سب مل کر اس ناسور کے خلاف متحرک ہوجائیں اور اس کے سدباب کی سعی کریں۔ علماء کرام، ائمہ مساجد، دانشوروں ومفکروں، مشوروں، معروف قلم کاروں، تجزیہ نگاروں، صحافیوں، شاعروں وقانون دانوں، سیول سوسائٹی، سرکاری وغیر سرکاری تنظیموں، مدارس اسلامیہ، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹی سطح کے معلّمین اور طلباء، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے وابستہ افراد، زی عزت اشخاص، مختلف اداروں سے ریٹائرڈ سربراہاں اور دیگر مؤثر افراد کو ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہوکر اس ناسور کے خلاف قوائد وضوابط تیار کرنے کے ساتھ ساتھ آگاہی پھیلانے میں مؤثر کردار ادا کرنا چاہیئے۔

سماج میں برے رسومات کو پھیلانے والوں کے خلاف کاروائی عمل میں لائی جائے، بچوں کی بلوغت کے فوراً بعد شادی کرنے کا رواج عام کیا جائے، غریب ویتیم بچوں کے لئے فوری وآسان شادیوں کا بندوبست کیا جائے، محلہ سطح پر کمیٹیاں تشکیل دے کر اس ناسور کو جڑ سے اکھاڑنے میں نمایاں کردار ادا کیا جاسکتا ہے۔ نکاح کو مشکل اور کاروبار کے بجائے آسان اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر انجام دے دیا جائے۔

والدین اپنے بچوں کی عصری و دینی تعلیم وتربیت کا بھی خاص خیال رکھیں، وہ اپنی حد درجہ ضد اور ہٹ دھرمی سے پرہیز کریں، قرآن وسنت کے مطابق شادیوں کو اسراف جیسی زحمت و بے حیائی کے اڈہ بننے کے بجائے، حضرت زینب اور فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہما کی طرح سادگی اور رحمت کا ذریعہ بنائیں، جہیز جیسی لعنت کے بجائے دین کی آگاہی کا مطالبہ کریں۔ الغرض جوان ہوتے ہی اپنے بچوں کی شادیوں کے اسباب مہیا کریں، اور اس میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو دور کرنے میں اپنی اپنی سطح پر نمایاں کردار ادا کریں۔

نکاح میں تاخیر کرنا رواج بنتا جارہا ہے

شادی میں تاخیر کے اصل ذمہ دار والدین ہوتے ہیں، جو اچھے سے اچھے کی تلاش میں اپنے بچوں کی عمر زیادہ ہونے تک بٹھائے رکھتے ہیں، بہت سے والدین اپنے بچوں پر اعتماد کرکے بیٹھے ہیں کہ ان کے بچے پاکیزہ اور باحیاء زندگی گزار رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے بچے بغیر شادی کے شادی شدہ زندگی گزار رہے ہوتے ہیں، اور ان سب کا وبال والدین کے اوپر آتا ہے، کیوں کہ مناسب رشتہ ہونے کے باوجود شادیاں نہیں کرتے اور بچوں کو گناہ کی دلدل میں ڈھکیل دیتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے: ”عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا خطب اليكم من ترضون دينه و خلقه فزوجوه الا تفعلوه تكن فتنة في الارض و فساد عريض۔ (مشکوٰۃ شریف: ۲/۲۸۲) جب کوئی تمہارے پاس نکاح کا پیغام بھیجے اور تم اس شخص کی دینداری اور اس کے اخلاق سے مطمئن وخوش ہو، تو (اس کا پیغام منظور کرکے) اس سے نکاح کروا اگر ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔

اسی طرح حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں: کہ بالغ ہونے کے بعد کنواری لڑکیوں کی شادی نہ کرنے کی بہت سی خرابیاں سامنے آئی

ہیں، کہیں لڑکیاں کسی کے ساتھ بھاگ گئی، اگر کسی شریف خاندان میں ایسا نہیں ہوتا ہو لیکن لڑکیاں دل ہی دل میں سرپرستوں کو کوستی ہیں، اور چونکہ وہ مظلوم ہے اوران کا کوسنا خالی نہیں جاتا(کیونکہ حدیث میں ہے:"اتقوا دعوة المظلوم فانه ليس بينه و بين الله حجاب" (رواه البخاری:۲۴۴۸، ومسلم:۱۹)یعنی مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ اس کے اورحق تعالیٰ شانہٗ کے درمیان کوئی حجاب نہیں)۔

چنانچہ ہمارے معاشرہ میں پڑھائی کے نام پر پندرہ بیس لاکھ لگا دیں گے،لیکن اس کو بدکاری سے بچانے کے لئے شادی نہیں کریں گے، اور نہ کرنے کے بہانے سنائیں گے، پیسے نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ایسی حرام کی زندگی سے تو بہتر ہے کہ اس کا صرف نکاح ہی کردیں، جب کہ نکاح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ غنی کردیتے ہیں "قال اطلب الفضل فی الباه، قال وتلاعمر، ان يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله" ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب ؓ نے فرمایا: لوگوں! روزی کو نکاح میں تلاش کرو، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:"ان يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله"۔ ترجمہ: اگر یہ فقیر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (انہیں نکاح کی برکت سے) غنی کردے گا۔لیکن ہماری نوجوان نسل آج سیٹل ہونے کے چکر میں اپنی جوانی کا قیمتی وقت ضائع کررہی ہے۔

آج کل شادی کے لئے کہا جاتا ہے کہ لڑکا کچھ کمائے،سیٹل ہوتو پھر شادی کردیں گے،اگر ہماری نوجوان نسل مغربی تہذیب(Maghrib Culture Follow) کی اتباع کرنے کے بجائے، اپنے آپ کو قرآن وسنت کی روشنی سے بدل لیں اور وقت پر شادی کرلیں، تو نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل اور اللہ کی عبادت بھی ہوجائے گی، اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق جلد ہی سیٹل بھی کردے گا، ایک مرتبہ ایک صحابی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر جب تنگئ رزق کی شکایت کی تو

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نکاح کا مشورہ دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''تم میں سے جو مرد وعورت بے نکاح کے ہوں ان کا نکاح کردو اور اپنے نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا بھی، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنادے گا، اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔'' (سورۃ النور:۳۲)

اللہ تعالیٰ نے ان کے آرام وسکون کے لئے ان کی بیویاں بنائی ہیں، ان کے پاس سکون، محبت اور رحمت رکھ دی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کی تاکہ تم ان سے آرام پاؤ، اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی، یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (سورۃ الروم:۲۱)

آج نوجوانوں کے پاس اللہ کی نشانیاں دیکھنے اور غور وفکر کرنے کا وقت ہی کہاں ہے؟ بائیس پچیس سال تو تعلیم حاصل کرنے میں گزر جاتے ہیں، پھر اگلے دو چار سال ملازمت کی تلاش اور شادی کے لئے پیسہ جمع کرنے میں گزر جاتے ہیں، تب تک چہرہ کی شوخی ورونق کھوکر بُڑھاپے کی لکیریاں نمایاں ہونے لگتی ہیں، تب کہیں جاکر والدین اپنے لڑکے کیلئے خوبصورت دُلہن کی تلاش شروع کرتے ہیں، ایسے ہی لڑکیوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے، لڑکیاں بہت زیادہ پڑھی لکھی ہونے کی وجہ سے انہیں ویسے ہی لڑکے کی تلاش ہوتی ہے، اور اگر کوئی امیرزادی کم پڑھے لکھے (Middel Class) لڑکے سے شادی کرنا چاہے تو یہاں والدین کی انا کا مسئلہ کھڑا ہوجاتا ہے، کہیں پر خاندانوں کے مسئلے کھڑے ہوجاتے ہیں، کئی لڑکیاں تو جہیز کی لعنت کی وجہ سے ساجن کے سپنے سجائے بابُل کے آنگن میں ہی بوڑھی ہوجاتی ہیں، تو دوسری طرف اکثر والدین اپنی بیٹی کے لئے آسمان سے اُترے گھوڑے پر سوار کسی شہزادے کی تلاش میں جان بوجھ کر بیٹی کو گھر میں بٹھائے رکھتے ہیں، شادی انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہوتی

ہے، انسان کو مکمل ہونے کے لئے ایک شریک حیات کی ضرورت ہوتی ہے۔

معاشرہ پر غور کرلیں تو پتہ چلے گا کہ دنیا کے آدھے فسادات انسان کی اسی نفسانی خواہش کے زیر ہوتے ہیں، ایسے ماحول میں اتنا عرصہ کنوارا رہنے کے دوران، معاشرہ میں جس قدر بے راہ روی پروان چڑھ رہی ہے اسے کون نہیں جانتا، ناجائز تعلقات (illegitmate Relation) اور غیر شرعی طریقوں سے نوجوان نسل اس ضرورت کو پورا کرتی ہے، اوپر سے بچوں میں انٹرنیٹ اور موبائل کا بیجا استعمال، والدین اس بات سے آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں کہ ان کے بچے بارہ پندرہ سال کی عمر سے ہی فیس بک اور دیگر سوشل میڈیا پر (Girl Friend) یا (Boy Friend) بنا لیتے ہیں، لیکن بائیس پچیس سال کی عمر میں بچوں کا نکاح کرنے میں والدین کی جان جاتی ہے، ایسے حالات میں تو نکاح کو آسان کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مجموعی طور پر معاشرہ مثبت سمت میں لے جایا جاسکے۔

خدا کے واسطے (Status) خاندان، نوکری، جہیز وغیرہ کے چکر میں پھنس کر اپنے بچوں کی شادیوں میں دیر نہ کریں، آپ کے بچے شرم اور آپ کی عزت کی وجہ سے کچھ نہیں کہہ پاتے، لیکن آپ ان کی شادی میں دیر کر کے نا صرف ان پر ظلم کرتے ہیں بلکہ ان کی حق تلفی کر رہے ہیں، انہیں بُرائی کی طرف لیجانے کے ذمہ دار بھی بن رہے ہیں، اگر ہمارے معاشرہ میں اس رعایت کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ جلد از جلد بچے یا بچی کا مناسب رشتہ دیکھ کر یا بچوں کی پسند سے ہی ان کا نکاح کر دیا جائے، اس سے نہ صرف معاشرتی بُرائیاں کم ہوں گی، بلکہ موبائل فون اور انٹرنیٹ کی دوستیوں نے جو شریف گھرانوں کا سکون برباد کیا ہوا ہے اس کا سد باب ہو سکے گا۔

نکاح میں تاخیر کی چند بڑھتی ہوئی وجوہات

ایک لمحۂ فکریہ! آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے معاشرے کا جو رجحان تھا، اس

کے مطابق جس لڑکی کی شادی پچیس سال کی عمر سے پہلے کردی جاتی تو ایسی شادی کو بروقت گردانا جاتا، پچیس کی عمر کا ہندسہ عبور کرنے کا یہ مطلب لیا جاتا کہ لڑکی کے رشتہ میں دیر ہوگئی ہے، اس سے پہلے کا معلوم نہیں، لیکن ہوسکتا ہے کہ دیری کا یہ پیمانہ تین چار سال پہلے تصور کیا جاتا ہو، پھر سات آٹھ سال پہلے یہ صورت حال ہوئی کہ تیس سال کی عمر سے پہلے پہلے لڑکی کی شادی بروقت قرار دئے جانے لگی، یعنی محض سات آٹھ سال میں پانچ سال کا فرق آگیا، اب بھی ایسے معاملات ہیں کہ اکثر گھروں میں لڑکیوں کی عمریں تیس سے چالیس کے درمیان ہوچکی ہیں لیکن رشتہ ندارد۔

یہ رشتہ میں دیری کا رجحان ہمارے معاشرے میں ایسی خاموش دراریں ڈال رہا ہے، جو معاشرتی ڈھانچے کے زمین بوس ہونے کا پیش خیمہ ہیں، لیکن حیف کہ اس کا عملی ادراک معاشرے کے چند لوگوں کو بھی نہیں ہے۔

آیئے! اس دیری کی وجوہات کا تعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱) لڑکوں کا تعلیم کے میدان میں پیچھے رہ جانا، اور لڑکیوں کا اس میدان میں آگے نکل جانا ہے، پچھلے کئی سالوں کے بورڈ امتحانات کے نتائج اس بات کے شاہد ہیں۔ اس کی وجہ سے تعلیم کے لحاظ سے ہم پلہ رشتہ ملنا انتہائی مشکل ہو چکا ہے، شہروں میں کچھ سالوں سے لڑکیوں میں بڑھتے ہوئے (PHD) کے رجحان نے اس کو اور مشکل بنادیا ہے۔

(۲) اچھی تعلیم حاصل ہونے کی وجہ سے لڑکیوں کو روزگار کے مواقع نسبتاً آسانی سے مل جاتے ہیں، اس کے دو اثرات سامنے آئے ہیں (۱) والدین کا ان لڑکیوں پر مالی انحصار کرنا شروع ہوجانا (۲) نوکریوں کے لحاظ سے ہم پلہ رشتے نہ ملنا۔

(۳) کچھ والدین کا اس معاملہ میں بالکل ہل چل نہ کرنا ہے، لڑکیوں کی عمریں تیس پینتیس سال ہوجاتی ہیں لیکن انہیں کم عمر ہی تصور کیا جاتا ہے، ایک وہ وقت بھی تھا

کہ بارہ پندرہ کی عمر میں مائیں رشتوں کی تلاش میں سرگرداں ہوجایا کرتی تھیں۔

(۴) جس لڑکی کی عمر تیس سال سے اوپر ہوجاتی ہے اس کے لئے عمر کے لحاظ سے رشتے مشکل ہوجاتے ہیں، کیونکہ اکثر لڑکے والے کم عمر لڑکی کی تلاش میں ہوتے ہیں۔

(۵) لڑکے والوں کے ازحد نخرے ہیں، اول تو کوئی لڑکی لڑکے کی ماں بہن کو بھاتی نہیں، فقط کھانے پینے سے لطف اندوز ہونا ہی شاید مقصد ہوتا ہے، اگر کوئی لڑکی پسند آبھی جائے تو پھر فرمائشوں اور رسم ورواج کے نام پر لڑکی والوں کا مکمل استحصال کیا جاتا ہے۔

(۶) شہروں میں ایک عجیب وجہ سامنے آئی ہے، لڑکی کے والدین لڑکے میں وہ تمام کامیابیاں دیکھنا چاہتے ہیں جو ۵۰ سال کی عمر میں حاصل ہوتی ہیں، مکان اپنا ہو، گاڑی اپنی ہو، لاکھوں میں کماتا ہو وغیرہ وغیرہ۔

(۷) خاندانوں کے اندر ایک عجیب وغریب وجہ دیکھنے میں آرہی ہے، ہر ماں اپنی بیٹی کا رشتہ خاندان میں بخوشی کرنے پر راضی ہے، لیکن جب اپنے بیٹے کا معاملہ آتا ہے تو خاندان کی سب لڑکیوں پر ناک بھوں چڑھا لیا جاتا ہے، اور بڑے طمطراق اور فخر سے خاندان سے باہر کی لڑکی لائی جاتی ہے، اس کے علاوہ اور بھی وجوہات ہوسکتی ہیں لیکن وجوہات جو بھی ہوں، یاد رکھئے کہ اس سے ہمارا معاشرتی نظام درہم برہم ہورہا ہے، اور ہماری نوجوان نسل بروقت شادی نہ ہونے کی وجہ سے میڈیا کی پھیلائی ہوئی بے حیائی کا بآسانی شکار ہورہی ہے، اور جو محفوظ ہے وہ اپنے ساتھ ایک خاموش نفسیاتی جنگ کا شکار ہے۔

مغرب تو اس طرز سے اپنے آپ کو برباد کرچکا، اور ان کی آبادی اب "Reverce Gear" میں چل رہی ہے، لیکن ہم جانتے بوجھتے خود اس گڑھے میں گر رہے ہیں اور وہ بھی ہنستے مسکراتے، اور ہم سب اس اجتماعی خرابی اور زوال کے ذمہ دار ہیں۔

صد افسوس! کشتی ڈوب رہی ہے اور کشتی کے ملاح اور مسافر بے نیاز۔ حیراں ہوؤں یا دل کو روؤں یا کہ پیٹوں جگر کو میں!

اگر ہم نے بچوں کی بلوغت کے فوراً بعد شادی کو رواج نہ دیا، اگر ہم نے دوسری، تیسری اور چوتھی شادی کو لعنت سمجھنے کے کفر سے توبہ نہ کی، اگر ہم نے مطلقہ خواتین اور بیواؤں کی فوری اور آسان شادیوں کا بندوبست نہ کیا، اگر ہم نے نکاح کو کاروبار کے بجائے فرض کا درجہ نہ دیا، اور جتنا کہ نہا دھو کر مسجد میں جا کر جمعہ پڑھنا آسان ہے، اسے بھی اتنا ہی آسان نہ بنایا، اگر ہم نے زنا کی طرف جانے والے راستوں کا سد باب نہ کیا، اور اسے موجودہ حالات میں اتنا ہی مشکل نہ بنایا جتنا کہ دوسری شادی مشکل ہے، تو زانی (Rappers) دندناتے رہیں گے، جب کہ بغیر اجازت دوسری شادی والے سلاخوں کے پیچھے ہوں گے، تو گھروں میں بیٹیوں کے لئے رشتوں کی بجائے دوستی کے پیغام آیا کریں گے، تو بیٹیاں پھولوں سے سجی گاڑی میں، حجلہ عروسی کی بجائے تاریک شیشوں والی کار میں ڈیٹ پر جایا کریں گی، تو بیٹے شادیوں کی بجائے (Affair) اور بیویوں کی بجائے (Girl Friend) رکھا کریں گے، تو شوہر اپنے دفتروں میں معاشقے چلاتے رہیں گے، تو

(1) New years

(2) Velentine's Day

(3) Rose Day

(4) Propose Day

(5) Chocolate Day

(6) Teddy Day

(7) Promise Day

(8) Hug Day

(9) Kiss Day

اور چاندرات جیسے تہوار جنسی ہوس کی تسکین کی علامات بنے رہیں گے۔
واللہ! یہ آگ ہر اس گھر میں پہنچے گی جو دین فطرت کے اٹل قانون سے منہ موڑے گا، اور وہ وقت آکر رہے گا جب اس "مقدس" سرزمین پر بھی ولدیت کے خانے میں لکھا نام مشکوک ہوجائے گا۔

ایک ۲۶/سالہ نوجوان کا واقعہ

ماں! میں جلد شادی کرنا چاہتا ہوں، گناہوں سے بچنا چاہتا ہوں، اپنا آدھا ایمان مکمل کرنا چاہتا ہوں، تم کیوں نہیں میری جلد شادی کرتی؟ میں ایک عام انسان ہوں ۲۶/سال میری عمر ہے اور میرا گھرانہ مذہبی ہے، جہاں نماز، روزہ، دین کو بہت اہمیت دی جاتی ہے، مگر یہ اہمیت صرف نماز، روزہ تک ہی محدود ہے، اس کے علاوہ جو احکام ہیں وہ ہمارے خاندان میں پورے (مکمل) نہیں ہوتے۔
میں نے اسکول، کالج، یونیورسٹی سے لے کر ہر ادارے میں اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھنے کی اللہ کی توفیق سے کوشش کی، میرے دوست (Girl Friend) بناتے تھے، بُرے کام کرتے تھے، ڈینٹیں مارتے تھے، مگر میں نے ہمیشہ سوچا میں یہ سب کام حلال طریقے سے کروں گا، جب میری عمر ۲۴/سال ہوئی تو مجھے شدید شادی کی طلب ہونے لگی، مجھے اپنے آپ کو بُرائی سے بچانا بہت مشکل ہوگیا، میں نے اپنے گھر والوں کو کہنا شروع کیا اب وقت آگیا ہے میری شادی کردیں، میں نے پڑھائی مکمل کرلی ہے، ایک میڈیا چینل میں نوکری (Job) بھی کرتا ہوں۔
میرے گھر والوں نے شدید اعتراضات اٹھانے شروع کیے، ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے، میں نے ان کو قرآن واحادیث سے (Reference) دیے، مگر انہوں نے اس کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ باقی اسلام کی باتیں بھی مانو، اور ایک دن میری ماں نے بتایا کہ میں نے قرآن کا ترجمہ پورا پڑھ لیا، میں نے کہا ایسا پڑھنے کا کیا فائدہ، جس پر

عمل نہیں کرتے، قرآن میں لکھا ہے "حَتّٰی اِذَا بَلَغُ النِّکَاحِ" یعنی بالغ ہوتے ہی شادی کردو، حدیث میں آتا ہے اگر بالغ ہونے کے بعد ماں باپ شادی نہ کریں، اور اولاد گناہ کرے تو سارا گناہ ماں باپ کو ہوگا اولاد کو نہیں۔

انٹرنیٹ اور ٹی وی پر فحاشی کا بازار عام ہے، دوستوں کو دیکھتا ہوں وہ لڑکیوں میں مزے "Enjoy" کر رہے ہیں، بازاروں میں لڑکیوں پر نظر پڑ جائے تو وہ باریک وچست کپڑے پہن کر، زُلفیں لہراتے ہوئے "Boy Friend" کے شانہ بشانہ ہاتھوں اور کاندھوں میں ہاتھ ڈال کر مٹک اور لچک کر چل رہی ہوتی ہیں، میں اپنے آپ کو کیسے بچاؤں؟ میں چڑچڑا ہوتا جارہا ہوں، گھر والے کہتے ہیں بدتمیز ہوگیا ہے مگر ان کو سمجھ نہیں آتی یہ بدتمیزی کیوں ہوئی، میرے والد مہینہ کا ۳۵ر ہزار کماتے ہیں، تین بہن بھائیوں سمیت پورا گھر چلاتے ہیں، تو کیا میں ۲۵ر ہزار میں اپنی بیوی کے ساتھ گذارا نہیں کرسکتا؟

مگر میری کوئی سنتا ہی نہیں، کہتے ہیں ابھی عمر ہی کیا ہے صرف ۲۶ر سال، اور شادی کا نام ۳۲ر سال کی عمر سے پہلے نہ لینا، میں کیسے سمجھاؤں؟ نوجوانوں کو ترقی کرنے کے لئے سکون کا ماحول چاہئے، اور اللہ نے قرآن میں کہا ہے میاں بیوی ایک دوسرے سے سکون حاصل کریں، کہاں گئے میرے اللہ کے احکامات اور میرے نبی ﷺ کی تعلیمات؟ کیا یہ صرف نعرے مارنے کے لئے ہے کہ ہم عاشق رسول ہیں مگر عمل کی دفعہ بالکل زیرو۔

بہت مشکل سے جاکر ایک سال لڑ کر ماں باپ کو منایا کہ رشتہ کرو، کچھ حامی بھری وہ بھی ذلیل کر کر کے، مگر اسی دوران میرے دادا ابو کا انتقال ہوگیا اور ان کے انتقال کے ۲۴ر دن بعد میں نے کہا میرا رشتہ کرو، کہنے لگے تم کو احساس ہے ابھی فوتگی ہوئی، میں نے کہا اسلام کہتا ہے تین دن سے زیادہ کا سوگ نہیں ہوتا، کہنے لگے جب ہم مریں گے تو

تمہیں کوئی غم نہیں ہوگا، سمجھ آیا مجھے یہ سب باتیں صرف شادی نہ کرانے کا بہانہ ہیں، کہیں ہمارا بیٹا بہو کے پیار میں پاگل ہو کر ہاتھ سے نہ نکل جائے، اور کوئی وجہ نہیں۔

میں سوچتا ہوں کہ اب اگر میں بُرائی کی طرف مائل ہو گیا تو کون ذمہ دار ہوگا؟ میرے ماں باپ یا پھر یہ معاشرہ، میڈیا، سیاستدان جنہوں نے زِنا آسان کر دیا ہے مگر شادیاں مشکل کردی ہیں، کیسے اللہ کی برکت نازل ہوگی؟ کاش! ماں باپ سمجھ جائیں یہ دجالی فتنہ کا دور ہے، ایمان بچانا بہت مشکل ہے، اس لئے کہتا ہوں کہ نکاح عام کرو زِنا مشکل کرو۔

دستک دینا ہر مرد کی فطرت ہے اور دروازہ نہ کھولنا عورت کا حسن

ہر دستک پر دروازہ کبھی نہیں کھولنا، نہ دل کا دروازہ، نہ دماغ کا دروازہ، نہ سوچوں کا دروازہ، نہ جذبات کا دروازہ، یہ دروازہ زندگی کے اصل ساتھی کی آمد پر ہی کھلنا چاہئے۔

امت محمدؐ کی بیٹیوں کے نام ایک پیغام!

سنو میری بیٹیوں بہنوں! کبھی بھی کسی اجنبی کو اپنا ذاتی وقت نہ دینا، ایک وقت آئے گا وہ آپ کے کردار پر انگلی اٹھائے گا، آپ کو ذہنی ٹینشن دے گا، سو فائنل بات یہ کہ ہر ایک کے ساتھ ایک حد (Limit) میں رابطہ رکھیں، اس سے آپ خود بھی محفوظ رہوگی اور آپ کا ذہنی سکون بھی، کسی کو پسند کرنا ایک فطری امر ہے، مگر اس جذبہ کا غلط استعمال کبھی مت کیجئے، سیدھا راستہ نکاح کا جائز اور پاک رشتہ بنایئے، اور اگر آپ سمجھیں کہ آپ کے گھر برادری والے اس رشتہ کے حق میں نہیں اور یہ رشتہ آگے نہیں بڑھ سکے گا، تو بعد کے دُکھ تکلیف سے بچنے کے لئے اس بات کو وہیں ختم کر دیجئے۔

خاص طور پر لڑکیوں کو یہ بات جان لینی چاہئے! جوانی کے جوش میں مردوں کو ہر عورت، ہر لڑکی اچھی لگتی ہے اور عورت کو ہر مرد کی محبت سچی لگتی ہے، عورت کا بس دیکھ لینا بھی مرد کو ادا لگتی ہے، اور مرد کی ذرا سی ہمدردی عورت کو اعترافِ محبت نظر آتی ہے، یہ عمر

اس طرح کی بے وقوفیوں کی ہوتی ہے اور دل کو خواب دیکھنا اچھا لگتا ہے، تو ہوتا یوں ہے کہ ذرا سا خیال بھی کسی کا آ جائے تو ہمیں لگتا ہے کہ ہمیں محبت ہوگئی ہے، یا کسی کی کوئی بات ہمیں پسند آ جائے تو ہمیں لگتا ہے کہ اس کو ہم سے محبت ہوگئی ہے، اور پھر زندگی کے بہت بڑے فیصلوں پہ ہم جلد بازی کر دیتے ہیں، اس طرح کی محبتیں تو ہوتی رہتی ہیں۔

کسی کے بھروسے کے ساتھ مت کھیلیں، اور واقعی محبت ہے تو نکاح کریں، کیوں کہ محبت کو عزت لازم ہے، باقی جسمانی خواہشات کو محبت کا نام نہ دیں، کہ مرد جس عورت کو سچے دل سے چاہتا ہے اسے اپنی عزت مانتا اور بناتا ہے، سب سے چھپا کر رکھتا ہے، اس پر کسی دوسرے کی نظر نہیں پڑنے دیتا ہے، اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت اس کے دل میں نہیں اُتری، صرف دِکھاوے کی چیز ہے، جو دوستوں میں خود کی اہمیت بڑھانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے کہ میرے پاس بھی دل بہلانے کو ایک اچھی چیز ہے، اس سے صرف غرض یا مفاد کا رشتہ ہوتا ہے عزت کا نہیں۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہر بیٹی کی، ہر بہن کی عزت کی حفاظت فرمائے اور اپنا مقام سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، یہ بات نادان، کم عقل، بے وقوف لڑکیوں کو سمجھنی چاہئے کہ مرد ہمیشہ اسی لڑکی سے محبت کرتا اور عزت دیتا ہے، جو اس کو حلال رشتے میں ملتی ہے یعنی نکاح میں محرم بن کر، اور ایسی لڑکی جو نامحرم کے لئے سجتی سنورتی ہے، وہ اپنی وقعت بھی ختم کرتی ہے، اپنی شرم وحیا کا سودا بھی کرتی ہے، اور بڑے افسوس کے ساتھ جس کے لئے یہ کرتی ہے، وہی کل کو ضیاعِ وقت (Time Pass) کرنے کے بعد اس کو سب کے سامنے بدکردار، آوارہ اور بدچلن کہہ کر چلا جاتا ہے ایک نیا شکار ڈھونڈنے کے لئے، اور لڑکی کا کردار سب کے لئے سوالیہ نشان (Question Mark) بنا کر خود اپنی زندگی میں مگن ہو جاتا ہے، اور لڑکی کے پاس کچھ بھی نہیں بچتا، میری پیاری بہنوں اس فریب اور خوابوں کی زندگی سے باہر آ جاؤ، نامحرم مرد نہ کبھی دوست ہوسکتا ہے،

نہ بھائی، نہ محافظ، نہ محبت۔

پسند کی شادی (Love Marriage)

یہ آج کے زمانہ میں اُبھرتا ہوا ایسا لفظ ہے جس سے ہر کوئی پریشان ہے، اس کے باوجود بھی اس کی چاہت رکھتا ہے کیوں کہ محبت ہر ایک کی فطرت اور خمیر میں شامل ہے، ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی ذوعقل باشعور اس سے اَناڑی اور خالی ہو، دنیا کی منجملہ مسلّمات میں سے ایک یہ ہے کہ کسی بھی شخص کی پُرلطف، خوشگوار اور عیش ومستی کے ساتھ جدوجہد اور طہارت وپاکیزگی، زندگی کو سہارا صرف صنف نازک ہی دے سکتی ہے، اور یہ ان مسلّمات میں سے ہے جو ابتدا آفرینش عالم ہی میں ثابت اور پختہ ہوگئی، کیوں کہ حضرت آدمؑ کی تنہائی کو ختم کرنے، سوز وگداز اور سکونت قلبی کے لئے اللہ رب العزت نے امّا حوا ہی کا انتخاب فرمایا۔

جنت جیسی جگہ اور فرشتوں جیسی مخلوقیں ان کی دل لگی کے کافی نہیں تھی، یہ خالق کائنات کے علم میں تھی، اسی وجہ سے امّا حوا کو آپ کا شریک حیات اور مصاحب بنایا، اور نا صرف ان دونوں میں اُلفت پیدا کی بلکہ ترقی نسل وآل واولاد کے لئے ان کی ذُرّیت میں بھی، ان جنسوں کے دل میں ایک دوسرے کے لئے بے پناہ محبت ڈال دی، اور اس وقت سے لے کر اب تک کا سارا زمانہ اور ساری انسانیت ہر دل میں جنسین کی محبت پر شاہد ہے۔

اب ظاہر ہے کہ اس مجازی محبت سے بِلا مبالغہ ایک وہ متقی بھی اپنے گوشۂ دل کو خالی نہیں کرسکتا، جو اختلاطی ماحول اور فضا سے دور چہار دیواریوں میں گزر بسر کر رہا ہوتا ہے، اس سے آپ خوب اندازہ کرسکتے ہیں کہ جس کی پرورش وپرداخت شب وروز اسی ماحول کے گرد ہوتی ہو، کیا اس کی قلبی مشین کو آپ جام کردیں گے، کہ وہ محبت وعشق کے بغیر زندگی گزار لے، ارے یہ تو تصور سے پرے کی بات ہے، پھر کیوں آپ اس وقت

جب کہ اولاد اپنی چاہت اور پسندیدگی کا اظہار کرتی ہے، تو آگ بگولا ہو کر واویلا مچاتے ہوئے بیک زبان اس اولاد کے ہزاروں ارمانوں کو توڑ دیتے ہیں۔

کیا اس کے باوجود آپ کی اولاد آپ کا عزت وسمّان کرے گی؟ کیا وہ راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور نہیں ہوگی؟ کیا وہ فیملی کی ہر سدس کی بات قطع کر کے الگ پگڈنڈی سے بے مروّتی کی شاہ راہ پر نہیں پہنچے گی؟ کیا ایک گھر میں ہوتے ہوئے بٹوارے نہیں ہوں گے؟ کیا ایک چھت کے نیچے ایک سے زائد متضاد افکار پروان نہیں چڑھیں گے؟

یاد رکھئے! والدین کی صرف ایک ضد ان کی اپنی اولاد کے لئے جھیلی ہوئی محبتوں کی ساری قربانیوں کو یک لخت فنا کر دینے پر اسے مجبور کر دے گی، یہ بہت نازک زمانہ ہے، خود ماں باپ اس ماحول میں اپنے بچوں کو دیگر بچیوں کے ساتھ چھوڑ کر آتے ہیں، اور اس کے بعد جو ہونا سو فیصد طے ہے یعنی ''محبت'' اس وقت بھی اس کی کڑی نگرانی نہیں کرتے، بالآخر جب وقت شادی کا آجاتا ہے اور اولاد کی طرف سے پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے، تو پھر نہ جانے کیوں ان کے والدین کو تکلیف ہونے لگتی ہے، آپ خود دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ جن کو ایک ساتھ رہنا ہے، تلخ وشیریں سب کچھ برداشت کرنا ہے، کیا اسے ہی اپنی پسند چننے کا حق نہیں ہوگا؟ یہ کہاں کا دین ہے؟ کیسا انصاف ہے؟ کیا یہی شریعت کی تعلیم ہے؟

یاد رکھئے! کہ اگر آپ نے اولاد کو اپنی پسند کے اظہار پر نظر انداز کیا، اور ڈانٹ ڈپٹ کر کے اس کی عزتِ نفس کو مجروح کیا، تو وہ آپ کو دشمن کی نظر سے دیکھیں گی، ایسی صورت حال وہ کوئی بھی غلط قدم اٹھانے میں ہرگز دیر نہیں کریں گی، غیرت دکھانی ہے تو اس وقت دکھائیں جب بیٹا یا بیٹی اپنے منہ سے اپنی پسند کا اظہار کرے، ان کے گھر سے بھاگ جانے کے بعد جو جاگتی ہے، وہ غیرت نہیں حیوانیت ہوتی ہے، غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ بچوں کی پسند ناپسند کا احترام کیا جائے، اگر بچوں میں پختگی کا پہلو ہو تو ان کو ان کی

پسند کا انسان چننے کا حق دیا جائے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کو دیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا غیرت مند باپ کائنات میں کوئی نہیں آیا، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری سنتوں پر چلتے ہیں، وہاں بیٹی کی رضامندی پوچھنے والی سنت پر بھی چلیں، رسم ورواج بھاڑ میں جائیں، جس کو زندگی بسر کرنی ہے اس کا اپنی زندگی پر سب سے بڑا حق ہوتا ہے، اس لئے اس نسخے کو دامن سے باندھ لیں کہ اولاد جب بھی شادی کے لئے اپنی پسند کا اظہار کرے، اسے ہرگز نظر انداز نہ کریں اور نہ ہی اس پر بھڑکنے کی حماقت کریں، بلکہ ان دشواریوں میں (کیوں کہ وہ بھی بہت ڈر ڈر کر اظہار کرتی ہے) تحمل سے اس کی بات سنیں۔

چنانچہ جس کو وہ پسند کرتی ہے اس کے بارے میں اس سے ساری جانکاری لیں، اگر اس کی دی ہوئی جانکاری میں پختگی دیکھیں تو اس کے پسندیدہ انسان کو پورا موقع دیں، تاکہ آپ اپنی اولاد کی جانکاری کی تحقیق کرسکیں، اگر وہ انسان آپ کی اولاد کی دی گئی جانکاری کے مطابق ہو تو شرافت سے دونوں کی شادی کروادیں، اور اگر وہ انسان جانکاری کے بعد صحیح نہ ہو تو بیٹی کو اس کا اصلی چہرہ دکھادیں، وہ خود ہی پیچھے ہٹ جائے گی، چونکہ آپ نے ان کی پسند کی قدر کی اس لئے تاحیات وہ آپ کی قدر کرے گی، خواہ آنے والی آپ کی بہو ہو یا بننے والا داماد، دُکھ اور مصیبت کی ہر گھڑی میں آپ کا سہارا بنے گا، جب کہ واقعی آپ کو اس بڑھاپے میں کسی کی مدد کی ضرورت ہوگی، ورنہ آپ دیواروں کے سائے میں بالوں کو سفید کرلیں گے اور کوئی پُرسان حال نہیں ہوگا۔

مجازی محبوب بدل سکتا ہے لیکن.....!

مرد کی کل اوقات ایک وہ بیوی ہوتی ہے جس کے ہاتھ میں وہ اپنا سارا وقار، ساری عزت، ساری آبرو رکھ کر اس کے لئے کمانے نکل جاتا ہے، صرف اس بھروسے پر کہ وہ اس وقار، اس آبرو کو اپنی مٹھی میں سنبھال کر رکھے گی" ان لڑکیوں کے لئے...

جو یہ سمجھتی ہیں کہ بس محبوب مل جائے تو اور کچھ نہیں چاہئے، محبوب کے ساتھ زندگی جیسی بھی ہوئی گزار لیں گے۔

لیکن یاد رکھو! جب پیٹ میں روٹی نہ ہو، کہیں جانے کے لئے ڈھنگ کا سوٹ بوٹ نہ ہو، جب مہینوں بھی پسند کا کھانا کھانے کو نہ ملے، جب محبوب لاپرواہ ہو، جب اولاد تکلیف سے تڑپ رہی ہو اور دوا کے پیسے نہ ہوں، جب محبوب باہر مزید عورتوں پر اپنی عاشق مزاجی کے سبب فدا ہو رہا ہو، جب شادی کے چند دن بعد ہی محبت کا جنون ختم ہو کر اصل زندگی شروع ہو جائے، جب رہنے کو گھر اچھا نہ ہو تو ساری محبت غائب ہو جاتی ہے۔

اکثر دیکھا اور سنا یہی گیا ہے کہ جو شادی والدین کی مرضی سے نہ ہوئی ہو وہ کامیاب نہیں ہوتی، جوش میں تو آ کر والدین سے بغاوت کرتے ہیں اور پھر پوری زندگی پچھتاتے ہیں، اس لئے والدین کی مرضی کے مطابق شادی کریں، اگر آپ کو کسی سے محبت ہے تو اپنے والدین کو بتائیں، وہ آپ کے حق میں صحیح اور درست فیصلہ کریں گے، اور اگر منکوحہ میں کوئی کمی یا کجی ہوگی تو اس سے آپ کو آگاہ کر دیں گے۔

خلاصۂ کلام یہی ہے کہ محبوب بدل سکتا ہے لیکن اچھا انسان نہیں، نکاح کرنے کے لئے دیندار، اچھا، شریف، ذمہ دار، کمانے والا اور عزت کرنے والا شخص چنیں، محبوب نہیں، جب شوہر پیٹ بھرنے والا اور عزت کرنے والا ہو تو محبت لازمی ہو جاتی ہے، آپ نہیں جانتے کہ کون آپ کے حق میں بہتر ہے، اللہ جانتا ہے، اس لئے رب کے فیصلوں پر سر جھکائیں دل کے آگے نہیں، ورنہ یہ دل آپ کو رُلانے اور ذلیل وخوار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔

کیوں کہ شوہر ہی عورت کا اصل محافظ ہوتا ہے، عورت سے سچی محبت اس کا شوہر ہی کر سکتا ہے کوئی نامحرم نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں نامحرم سے نرم لہجہ اور فضول بات کرنے سے منع فرمایا کہ خرابی پیدا نہ ہو، کیوں کہ یہ خرابی نقصان سے دوچار کرتی ہے،

قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا'' (سورۃ الاحزاب:۳۲) ترجمہ: اے نبی کی بیویوں تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعاً) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے، جس کے قلب میں خرابی ہے اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو۔ (بیان القرآن)

تو میری پیاری بہنوں! حرام رشتوں میں محبت مت ڈھونڈو، اس میں لذت ہوسکتی ہے، پرسکون اور عزت نہیں، سب سے بڑی بات اللہ کی رضا نہیں، ناراضگی اور غضب ہوگا ذلت الگ، اس لئے اپنے جذبات کو اپنے محرم کے لئے بچا کر رکھیں، جس میں نہ ذلت کا ڈر رہو، نہ رُسوائی، نہ اللہ کے غضب کا اور نہ ناراضگی کا۔

اللہ ہم سے بے پناہ محبت کرتا ہے، اس لئے اس نے ہمیں حلال چیزیں اور حلال رشتے دیئے ہیں، اور حرام چیزوں سے بچنے کو کہا ہے، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں اور بیٹوں کو پاکدامن رکھے، حرام رشتوں اور حرام چیزوں سے دور رکھے۔ آمین

یہاں بطور عبرت کے چند خطوط ذکر کئے جاتے ہیں، جس سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ تاخیر سے نکاح کی صورت میں کیسی کیسی بُرائیاں جنم لیتی ہیں، اور بچے بغیر شادی کے بھی شادی شدہ والی زندگی بسر کرتے ہیں، کیوں کہ آج ہم نے نکاح کو مشکل بنادیا، غیروں نے (Boy Friend, Girl Friend) کے کلچر کو عام کردیا، اور یہ خطوط جو میں ذکر کرنے جارہا ہوں یہ مفتی عبدالسلام صاحبؒ (دارالافتاء استاذ حدیث جامعۃ العلوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی) نے اپنی کتاب اسلام میں اولاد کی تربیت اور اس کے حقوق صفحہ ۱۴۶ میں یہ خطوط ذکر کئے ہیں:

پہلا خط: ایک ۲۵؍سالہ بارہویں جماعت کے طالب علم کی پکار

محترم ومکرم جناب مولانا مفتی صاحب مدظلہٗ

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! سلام مسنون عرض یہ کہ مولانا صاحب! میں ایک بارہویں جماعت کا طالب علم ہوں، گنہگار ہوں، پریشان حال ہوں، آپ قرآن وسنت کی روشنی میں میری پریشانیوں کا حل بتائیے گا، اگر ضرورت ہو تو میرے اس خط کو ''اخبار جنگ'' میں شائع کر سکتے ہیں لیکن میرا نام اور پتہ نہ دیجئے گا، میرے والدین مذہبی لوگ ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور ماشاء اللہ اکثر بھائی بہن نمازی ہیں، والد صاحب کی مالی حیثیت اچھی ہے، اچھی تنخواہ پر گورنمنٹ ملازمت کرتے ہیں۔

میرا حال یہ ہے کہ میری عمر اس وقت تقریباً ۲۴، ۲۵؍سال ہے، بیس سال کی عمر سے قبل میری دینی حالت اچھی تھی، ذہن صاف تھا، اپنی جماعت میں اچھا اور نمایاں طالب علم تھا، لیکن کالج میں داخلہ لینے کے بعد آدمی کا صحیح حالت میں رہنا ایک کرامت سے کم نہیں ہے، آپ کو معلوم ہے کہ ہماری مخلوط تعلیم کی وجہ سے تعلیم گاہوں سے کسی طالب علم یا طالبہ کا باعفت تعلیم حاصل کر کے نکلنا ناممکن جیسا ہے، جدھر جاؤں گناہوں کا منظر ہے، گناہوں کی کشش ہے، ادھر گھر کا ماحول مذہبی ہوتے ہوئے گناہوں کا اڈہ ہے، وی سی آر، ٹی وی کے سارے پروگرام ہم دیکھتے ہیں مجبوراً دیکھنا پڑتا ہے، بعض دفعہ اس میں یار دوست اور بعض ہم کلاس طالبات بھی جو کہ عزیزوں میں سے ہیں آجاتی ہیں، ایک روز کا واقعہ ہے .... (یہ حصے تقریباً دس سطروں تک حذف کردیئے گئے ہیں کیونکہ ناقابل اشاعت ہیں)۔

غرض یہ واقعہ اور ان جیسے واقعات کے نتیجے میں میری صحت خراب ہوگئی، تعلیم

برباد ہوگئی اس میں زبردست نقصان پہنچا اور میں مستقلاً جریان کا مریض بن گیا ہوں، ڈاکٹروں اور حکیموں سے علاج ومعالجہ بہت کیا لیکن فائدہ نہیں ہوا، البتہ سب کا مشورہ یہ ہے کہ شادی کر لی جائے اس سے قبل یہ بیماری دور ہونے والی نہیں ہے، والدین تک میں نے یہ بات بعض عزیزوں کے ذریعہ پہنچادی ہے،لیکن مولانا صاحب! وہ کسی حال میں تعلیم مکمل کئے بغیر شادی کرانے پر راضی نہیں ہیں اور تعلیم مکمل کرنے کے واسطے اگر باہر ممالک بھی جانا ہے تو چار پانچ سال مزید باقی ہیں۔

ایسے حالات میں میرے لئے تعلیم کو آگے جاری رکھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف کے سوا کچھ نہیں ہے، ایک جواں سال طالب علم پھر اس کے اوپر تحریر شدہ حالات ہوں وہ کس طرح آگے تعلیم جاری رکھ سکتا ہے، اس بارے میں مولانا صاحب آپ مجھے صحیح مشورہ دیں۔

(۱) اگر میں تعلیم چھوڑ دوں اور گناہ سے بچنے کی غرض سے ملازمت اختیار کر کے شادی کر لیتا ہوں، اور والدین اس پر راضی نہ ہوں اس میں گنجائش ہے یا نہیں؟ اور میں والد کا نافرمان بنوں گا یا نہیں؟

(۲) مذکورہ حالات میں اگر والدین شادی میں مانع بنیں اور مجھ سے گناہ سرزد ہوجائے تو اس کا وبال میرے اوپر ہے یا والدین پر؟

(خط کا جواب)

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

(۱) صورتِ مسئولہ میں آپ کسی عزیز ورشتہ دار کے ذریعہ یا بذریعہ تحریر اپنے والدین کو ضروری حالات سے مطلع کریں، اگر وہ آپ کے تعلیم چھوڑ کر ملازمت اختیار کرنے پر راضی ہوجائیں اور آپ کی شادی کرادیتے ہیں تو ان کی بلا وجہ ناراضگی مول لینے کی جرأت نہ کیجئے، البتہ اگر وہ ان باتوں پر راضی نہ ہوں اور آپ کے پاس شادی

کے وسائل موجود ہوں تو آپ اپنا نکاح خود کر لیجئے، آپ کے لئے نکاح کرنا فرض ہو گیا ہے، والدین کی اطاعت ایسے موقع پر لازم نہیں ہے اور اگر شادی کے وسائل موجود نہیں ہیں تو آپ ملازمت اختیار کر کے وسائل پیدا کریں پھر شادی کا ارادہ کریں، جب تک وسائل پیدا نہ ہوں روزے رکھا کریں۔

(۲) ایسے حالات میں اگر والدین کی بات مانتے ہوئے گناہ کا ارتکاب کریں گے تو آپ اور آپ کے والدین سب گناہ کبیرہ کے مجرم ہوں گے۔ فقط

کتبہ: محمد عبدالسلام عفا اللہ عنہ

۱۱ر جنوری ۱۹۸۶ء

دوسرا خط: ایک ۲۶ رسالہ مظلومہ لڑکی کی پکار

بخدمت جناب مولانا مفتی صاحب دارالافتاء بنوری ٹاؤن کراچی ۵

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون اینکہ جناب مفتی صاحب!

آپ ہمارے دینی رہنما ہیں اور باپ کے برابر ہیں، آپ سے ایک دینی مسئلہ کے بارے میں رہنمائی چاہتی ہوں، آپ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں گے۔

میرا حال یہ ہے کہ میں نے تعلیم مکمل کر کے ایک جگہ ملازمت اختیار کر لی ہے کیونکہ والدین کی خواہش بھی یہی تھی، ورنہ والد صاحب کی مالی حالت الحمدللہ اچھی ہے، وہ اگر چاہتے تو میں گھر میں عزت کی زندگی گذار سکتی تھی، ہماری ایک بہن ہے وہ بھی تعلیم مکمل کرنے والی ہے، اس کے لئے بھی والد صاحب نے یہ کہہ رکھا ہے کہ ملازمت کرنی ہوگی، عمر کے لحاظ سے ہماری شادی ہو جانی چاہئے تھی لیکن آدھی صحت تو تعلیمی زمانہ میں گذر گئی، جوانی اور شباب کی پُررونق زندگی کا موقع شاید ہی دوبارہ

لوٹ کر آجائے، ابھی میری عمر ۲۶/سال ہے اور میری بہن کی عمر ۲۳/سال ہے، کالج کی تعلیم حاصل کرنے کے زمانے میں جو بداخلاقیاں مجھ سے سرزد ہوگئی ہیں شاید صغر سِنّی اور غلط ماحول کی وجہ سے خدا معاف کردے، لیکن اب تو دفتروں میں اجنبی مردوں سے اٹھنا بیٹھنا، ہنسی مذاق، ناجائز نگاہیں ڈالنا روز کا معمول ہے، یہ ایسے گناہ ہیں کہ خدا کے یہاں شاید قابل معافی نہ ہوں۔

جب میری عمر پندرہ، سولہ سال کے لگ بھگ تھی اس وقت نہایت ہی پاک سیرت اور پاک باز لڑکی تھی، نماز کی پابند تھی لیکن کالج کی مخلوط تعلیم کی وجہ سے اب تقریباً سب باتیں ختم ہوگئی ہیں، جب طبیعت میں نشاط ہو پڑھ لیتی ہوں ورنہ نماز رہ جاتی ہے، رات دن گناہوں کے خیالات میں تعلیم کا زمانہ ختم ہوگیا، اب ارادہ تھا کہ گھر میں آجانے کے بعد شاید گناہوں سے بچنے کا موقع ملے، والد صاحب شادی کردیں لیکن اب بھی وہی حالات ہیں۔

ہمارے دفتر میں ایک اچھا لڑکا تھا، اس کے اخلاق اور رویّہ اور خاندان سے میں واقف ہوں اس سے میرے مراسم ہوگئے .... (یہاں سے پانچ سطروں کو حذف کردیا گیا کیونکہ یہ حصہ ناقابل اشاعت تھا)۔

جناب مفتی صاحب! مجھے آپ بتائیں کہ ایسے حالات میں گناہ سے بچنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ والدین کو ہمارے ان حالات کا احساس یا تو نہیں ہیں یا چشم پوشی کرتے ہوئے بے احساسی کا مظاہرہ کررہے ہیں، اس حالت میں اگر گناہ کی زندگی گذارنے کی جگہ خود اپنی مرضی سے نکاح کرلیتی ہوں تو یقینی بات ہے کہ والدین ناراض ہوجائیں گے، جب کہ میں نہیں چاہتی کہ وہ ناراض ہوں اور میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ میں گناہ میں مبتلا رہوں، بالفرض والدین اگر زمانۂ قریب میں شادی کرانے پر تیار نہ ہوں اور میں صرف گناہ سے بچنے کی غرض سے نکاح کرلیتی ہوں تو نکاح ہوگا یا

نہیں؟ اور والدین کی ناراضگی پر مجھے کیا گناہ ملے گا؟ جس لڑکے سے میرے مراسم ہیں وہ ایک عزیز نیک اور تعلیم یافتہ لڑکا ہے وہ نکاح کرنے کے لئے تیار ہے، یہ لوگ اچھے اور اونچے خاندان کے ہیں۔

برائے کرم آپ جلدی جواب دے کر میرے مسئلہ کا اسلامی حل بتادیں، میں آپ کا شکر گذار بنوں گی۔ فقط

ایک مظلوم لڑکی ......کراچی

۱۲ر دسمبر ۱۹۸۷ء

(دوسرے خط کا جواب)

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

واضح رہے کہ آپ اپنے حالات اور مجبوریوں سے اپنے والد صاحب کو کسی طرح مطلع کردیجئے، اگر وہ ملازمت چھوڑ دینے اور جلدی شادی کردینے پر رضامند ہوجاتے ہیں، تو کوئی ایسا قدم نہ اٹھایئے جس سے دنیا و آخرت کی رُسوائی کے ساتھ ساتھ والدین کی ناراضگی کا سبب بنے، بلکہ ایسے حالات میں جب تک شادی نہیں ہوجاتی روزہ رکھا کریں اور شادی کرانے تک انتظار کریں، اور اگر والدین ان باتوں کے باوجود کسی جگہ زمانۂ قریب میں شادی کرانے پر رضامند نہیں ہوتے اور ملازمت جاری رکھنے پر مجبور کرتے ہیں، اور آپ کو مزید گناہوں میں مبتلا رہنے کا اندیشہ ہے تو آپ اپنے برابر خاندان کے کسی دیندار اور نیک سیرت لڑکے سے نکاح کرسکتی ہیں۔

ایسی صورت میں والدین کی ناراضگی کی وجہ سے آپ پر گناہ نہ ہوگا لیکن جس سے نکاح کرنا ہو باقاعدہ شرعی نکاح کرکے زندگی گذارنے اور گناہوں سے بچنے کے ارادہ سے ہو محض وقتی مصلحتوں کی غرض سے نہ ہو تو آپ کا نکاح جائز ہوگا، اس سے آپ گنہگار نہ ہوں گی بلکہ والدین ایسے حالات پر مجبور کرنے کی وجہ سے گنہگار رہوں گے۔ فقط

کتبہ محمد عبدالسلام عفا اللہ عنہ

ایک خاتون کا درد بھرا خط

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اپنا مختصر قصہ لکھتی ہوں، شاید میرا یہ دردِ دل کسی بہن کی زندگی سنورنے کا ذریعہ بن جائے، اور مجھے اس کی برکت سے امہات المومنین رضی اللہ عنہم کے پڑوس میں جنت الفردوس میں ٹھکانہ مل جائے۔

میری عمر جب ۲۰/سال ہوگئی تو میں بھی عام لڑکیوں کی طرح اپنی شادی کے سہانے سپنے دیکھا کرتی، اور سہانے سہانے خیالات کی دنیا میں مگن رہتی کہ میرا شوہر ایسا ایسا ہوگا۔ ہم مل جل کر ایسے رہیں گے، پھر ہمارے بچے ہوں گے اور ہم ان کی ایسی اچھی پرورش کریں گے وغیرہ وغیرہ۔

اسی وہم وخیال میں دن، ہفتے، مہینے اور سال گزرتے گئے، میری عمر ۳۰/سال سے تجاوز کر گئی اور انتظار کرتے کرتے میرے سر پر چاندی چمکنے لگی، لیکن میرے خوابوں کا شہزادہ نہ آیا۔ یا اللہ! میں کیا کروں؟ جی چاہتا کہ گھر سے باہر نکل کر آوازیں لگاؤں کہ مجھے شوہر کی تلاش ہے، جوانی کی ابتدا سے لے کر اب تک میں نے نفس وشیطان کا کس طرح مقابلہ کیا، اس بیہودگی اور بے حیائی کے ماحول میں کیسے بچی رہی، میں اسے صرف اور صرف اللہ کا فضل اور والدین کی دعائیں ہی سمجھتی ہوں۔ گھر والے بھائی وغیرہ سب میری ضروریات کا خیال کرتے، ہر طرح کی دل جوئی کرتے، میرے ساتھ ہنستے کھیلتے، مجبوراً مجھے بھی ان کے ساتھ ہنسی مذاق میں شریک ہونا پڑتا، لیکن میری وہ ہنسی کھوکھلی ہوتی۔

مجھے وہ حدیث یاد آتی ہے جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ بغیر شادی کے عورت ہو یا مرد مسکین ہوتے ہیں اور واقعی میں نعمتوں بھرے گھر میں مسکین تھی، خوشی یا غمی کی تقریب میں رشتہ دار عزیز واقارب جمع ہوتے، تو جی چاہتا کہ ان کو چیخ چیخ کر بتاؤں

کہ مجھے شوہر چاہئے، لیکن پھر سوچتی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ یہ کیسی بے شرم لڑکی ہے، بس خاموش اور صبر کے سوا کچھ بھی چارہ نہیں تھا۔

جب میں اپنی ہم جولیوں، سہیلیوں کے بارے میں سوچتی کہ وہ تو اپنے گھروں میں اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ خوش وخرم زندگی بسر کررہی ہیں، تو مجھے اپنی اس خلافِ فطرت زندگی پر شدید غصہ آتا۔ گھر کی محفلوں میں سب کے ساتھ مل کر ہنستی تو تھی، لیکن میرا دل خون کے آنسو روتا تھا، لڑکے تو پھر بھی اپنی شادی کی ضرورت کا احساس گھر والوں کو دلا سکتے ہیں، لیکن لڑکیاں اپنی فطری شرم وحیاء میں ہی گھٹی دبی رہتی ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میری نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کے والدین سے پُراصرار اور دردمندانہ گزارش ہے کہ میرے اس درد بھرے خط کو اپنے بیٹے یا بیٹی کی طرف سے سمجھیے۔ اللہ کے لئے تمام رسوم ورواج (جو خود ساختہ ہیں، شریعت میں ان کا کوئی ثبوت نہیں، اکثر رسوم ورواج تو ہندوؤں وغیرہ سے لئے گئے ہیں) ان سب سے توبہ کیجئے، شادی کو آسان بنا کر اس کی برکات ملاحظہ کیجئے، یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے جس کا مفہوم ہے کہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو۔ چنانچہ لڑکے والے لڑکی والوں کے لئے، اور لڑکی والے لڑکے والوں کے لئے آسانیاں پیدا کریں، تاکہ نکاح میں کم سے کم خرچہ ہو۔ اللہ پر توکل کیجئے اور دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ کیسے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے آپ کے لئے کافی ہوجاتے ہیں۔

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ فقط والسلام

قارئین کرام! ان خطوط کو پڑھنے کے بعد اب آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر جواب دیں، کیا یہ اولاد کے ساتھ زیادتی نہیں ہے؟ کیا انہیں اب تک تنہا ہی زندگی گذارنی چاہئے تھی؟ کیا ان بچیوں کی آہ نہیں لگے گی جو انہیں ایسی گناہ کی دلدل میں ڈھکیل دیتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کلکم راع و کلکم

مسئول عن رعیتہ“ ترجمہ: تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں (اولاد) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

یاد رکھئے! موجودہ دور میں جلد نکاح کی ضرورت بڑھ گئی ہے تا کہ بچے پاکیزہ زندگی گذار سکیں۔ اوپر جو خطوط ذکر کئے گئے وہ ۳۵ رسال پُرانے ہیں، غالباً آج کے دور میں تو لوگ آپس کے اختلاط کو گناہ ہی نہیں سمجھتے اور اختلاط کی وجہ سے سینکڑوں معاشرتی اصول پارہ پارہ ہوجاتے ہیں، اسکول وکالج میں تعلیم کا مقصد فوت اور وظیفۂ حیات کا شعور غلط راہ اختیار کرلیتا ہے، یہ اختلاط اخلاقی فہم اور تہذیب وتمدن کے خاتمے کا پیش خیمہ ہے۔

امریکی مصنفہ مسنر ہڈسن لکھتی ہیں کہ ہماری تہذیب کی دیواریں منہدم ہونے کو ہیں نامعلوم یہ ساری عمارتیں کب بیٹھ جائے، اس کی بقاء کی صرف ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول پر پابندی عائد کردی جائے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ بچیوں کو آزاد چھوڑ دینے والے (والدین) قتل اولاد کے مجرم ہیں، یہاں یہ وہم پیدا ہوسکتا ہے کہ ہمارے بچے عاقل وبالغ ہوگئے ہیں، صحیح اور غلط کی تمیز کرسکتے ہیں اور شریعت کے احکام ان پر نافذ ہوگئے ہیں، تو یاد رکھئے! شریعت کا یہ بھی حکم ہے کہ جب بچہ بالغ ہوجائے تو اسے گناہ سے بچانے کے لئے اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے لئے اسے ازدواجی زندگی سے منسلک کردیں، تا کہ وہ غلط راہوں پر نہ چلے کیوں کہ غلط راہوں سے بچنے کا موثر طریقہ نکاح ہے۔

محض ذکر واذکار، نماز، تلاوتِ قرآن اور مراقبہ ومحاسبہ سے مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوسکتا، خواہشاتِ نفسانی اور شہوت کا علاج نکاح کے ذریعہ سے ہوسکتا ہے، اور اگر نکاح کی حیثیت نہ ہو تو پھر روزوں کی کثرت سے خواہشاتِ نفسانی ختم

ہوتی ہے، لہٰذا جوان مرد وعورت کو شادی کے ساتھ زندگی گذارنی چاہئے تاکہ خواہشاتِ نفسانی کسی گناہ میں ملوث ہونے کا سبب نہ بنے، اور بے شمار گناہوں سے اس کی حفاظت ہوتی رہے۔

انڈین چلڈ میرج کا سرسری جائزہ

قانونِ ہند کی دفعات کا سرسری جائزہ لیا جائے تو چند دفعات غیر معتدلانہ نظر آتی ہیں، ان میں سے ایک پر نظر ڈالیے "Marriege Act" عجیب تماشہ ہوا ہے اس کے ساتھ، ہوا یہ کہ انگریزی غاصبانہ دورِ اقتدار کے ۱۸۶۰ء میں سب سے پہلے انڈین پینل کورٹ نے یہ قانون اسمبلی حلقے سے پاس کیا کہ دس برس سے کم عمر لڑکی کے ساتھ جائز رشتہ قائم کرنا (نکاح کرنا) قانوناً جرم مانا جائے گا۔

Sexual intercourse with a girl below the age of 10.

اس سے پہلے ایسا کوئی قانون نہیں تھا، اس کا مطلب تھا کہ دس سال سے زائد عمر کی لڑکی قانونی اعتبار سے شادی کے لائق سمجھی جائے گی، لیکن پھر ۱۹۲۷ء میں اس قانون میں ہلکی ترمیم کرکے بارہ سال مقرر کیا گیا، گویا بارہ سال سے کم عمر لڑکی رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کے لائق قانونی اعتبار سے نہیں سمجھی جائے گی۔

Age of consent bill, 1927 made marriages with a girl under 12 invalid.

یہ قانون بھی سودمند ثابت نہ ہوا، اب پھر دو سال مزید اضافہ کرکے ۱۹۲۹ء میں شاردہ ایکٹ سے مشہور میریج قانون نافذ کیا گیا، کہ لڑکی کے چودہ سال اور لڑکے کے اٹھارہ سال سے قبل عقد نکاح میں بندھنا قانوناً جرم ہوگا۔

Sharda act of 1929 child marriage restraint act set 14 and 18 years minimum age of marriage.

اس طرح کی بار بار تبدیلیوں سے چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ حکومت ہمارے

معاشرتی معاملات میں دخل نہ دے، ان اٹھنے والی طاقتور آوازوں کا اثر یہ ہوا کہ حکومت نے یہ مسئلہ علیٰ حالہ چھوڑ دیا، جو آزادی تک یوں ہی لڑکھڑاتے پہنچا۔

آزادی کے بعد جب نیا قانون بنا، قانون ساز اسمبلی نے معاشرے کی تنظیم اور تضبیط کے لئے انتظامی امور سے متعلق نئے اور سیکولر قوانین کی وضع کے نام پر پھر سے "Marriage Act" کی دفعات میں عاقدین کی عمر بڑھادی، لڑکی کی شادی کے لئے اٹھارہ اور لڑکے کے واسطے ۲۱ر برس مقرر کی گئی، اس عمر سے پہلے شادی قانوناً جرم مانی جائے گی اور یہ قانون آج تک نافذ ہے۔

1978 sharda act amended since then, the minimum legal age for marriage has been 18 for women and 21 for man.

۲۰۰۶ء میں اس کو مضبوط کرنے کے لئے حکومت کی جانب سے یہ سختی عائد کی گئی کہ اگر کوئی غیر مسلم لڑکی ۱۸ر سال اور لڑکا ۲۱ر سال سے پہلے شادی کرتا ہے تو اس کے ماں باپ کے ساتھ پنڈت کو بھی سزا ہوگی۔

2006 prohibition of child marriage act, 2006 also prescribe 18 and 21 years as the minimum age of consent for mariiage for women and man respectively, Strict punishments.

یہ تو قانونی گفتگو ہوئی، اب ذرا اس پہلو کو دیکھئے کہ جب یہ ملک جمہوری ہے تو اسمبلی کو اس معاشرتی معاملے میں قانون وضع کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، اس لئے کہ ہر مذہب میں شادی کے معاملے کا مزاج مختلف ہے، لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں ہندوستان میں ایسے گھر ہیں جہاں اس قانون کو پامال کیا گیا، اور اب بھی اپنے اسی ہندوستان کے بہت سے خطوں کا رواج ہے کہ نوجوانی میں ہی شادی ہوجایا کرتی ہے۔

دوسری بات: ہندوستانی "Marriege Act" اپنی کئی بار کی ترمیم سے غیر

معمولی وقعت کھو بیٹھی ہے، اب باوجود یہ کہ کئی سالوں سے اس میں ترمیم کی نوبت بظاہر نہیں آئی لیکن اگر اس معاملہ پر غور کیا جائے، تو اس میں ترمیم کی ضرورت پہلے سے کئی گنا زیادہ ہوگئی ہے، مخلوط تعلیم کا سب سے بُرا اثر یہ ہوا کہ شادی سے قبل ہی کالج اور اسکولوں کے بچے، بچیاں اپنے جذبات کے نت نئے پینترے اور خواہشات کی آگ کو کئی بار ٹھنڈا کر چکے ہوتے ہیں، مشاہدات بھی مؤید ہیں اور ان کی یہ حرکت مجبوری درجے کی چیز ہوتی ہے، کیونکہ ایک طرف والدین اس کو جلد شادی کرانے پر راضی نہیں ہیں، اور دوسری طرف اگر وہ کورٹ کا سہارا لیں تو وہ بھی اپنی قانونی عمر سے قبل کسی کی اس حرکت کو اس کا جرم سمجھتی ہے، اب بغیر شادی کے ایسا رشتہ قائم کرنا ان کے لئے مجبوری ہو جاتی ہے۔

کسی کی خواہشات بھڑکنے کی کوئی عمر تھوڑی ہوتی ہے کہ وہ ۱۸ یا ۲۱ رسال کے بعد ہی بھڑکے گی، ہاں اتنا معلوم ہے کہ بلوغیت کے بعد ہی ایسا ہوگا، اگر قانون بنانا ہی تھا تو بلوغیت کی عمر مقرر کر دی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اور ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بتا دیا کہ نکاح کی عمر بلوغیت ہے ”حَتّٰی اِذَا بَلَغُ النِّکَاحَ فَاِذَا بَلَغَ فَلْیُزَوِّجْہُ“ اب بچہ جس عمر میں بھی بالغ ہو اور بالآخر اس چیز کو عدالت بھی تسلیم کرتی ہو، اور یہ بیان دیتا ہو کہ مسلمانوں میں لڑکی بالغ ہوتے ہی نکاح کر سکتی ہے۔

In islam, the marriage of a miner who has attained puberty is considered valid under parasnal law.

کیونکہ ہر طبقے میں شادی کا رواج اور چلن بلوغیت کے بعد ہی ہے، اس سے قانون بھی محفوظ رہتا ہے اور نوجوانوں کی بے داغ جوانی بھی پاک رہتی ہے۔

ہمیں سمجھ نہیں آتا سرکار کرنا کیا چاہتی ہے، ایک طرف تو شادی کی عمر میں اضافہ کر دیتی ہے اور دوسری طرف ہم جنس پرستی کو روا ٹھہراتی ہے، حد تو یہ ہوگئی کہ اگر آپسی رضامندی سے لڑکا لڑکی ناجائز تعلق بھی قائم کر لیں تو یہ سرکاری نگاہ میں کوئی جرم نہیں

ہے، لڑکی اگر اپنے اوپر ہوئی زیادتی کے واسطے انصاف کی مانگ کرے گی تو کورٹ کچہری بھی ایسی صورت میں خاموش برت لے گی، کہ جب لڑکا بوقت تعلق بدکاری سے اس لڑکی کی رضامندی پر دلیل پیش کردے گا تو گویا سرکار ہی بُرائی اور بے حیائی اور فحاشی کا راستہ ہموار کررہی ہے۔

تف ہے! سرکار کے اس ماڈل سوچ پر جو یورپی ذہنوں کی چاپلوسی میں اتری ہوئی ہے، اور وہاں کے ننگ وعار ماحول کو رازِ ترقی گردانتی ہے، وہاں تو لوگوں نے اولاً خوب ترقی کی اور وہ بھی ہمارے ہی آٹھ سو سالہ دورِ حکمرانی میں، پھر کفر کی حکومت آئی تو سرے عام جسم فروشی کا اڈہ قائم ہوا، اور یہاں بُرائی کے ذریعہ سے حکومت ترقی کرنا چاہ رہی ہے۔

ایں خیال است ومحال است وجنوں؟ اگر سرکار واقعی ان جیسی تباہی اور بگاڑ کے ازالہ کے سلسلہ میں فکرمند ہے تو اسے اپنے قانون پر نظر ثانی کرلینی چاہئے، اور اگرچہ حالیہ چرچوں میں "Love Jihad" کے نام پر مسلمانوں پر نشانہ سادھا گیا لیکن اس کا ایک پہلو صحیح بھی ہے، جو مدھیہ پردیش کے بی جے پی ودھایک گوپال پرمرنے اپنے بھاشن میں کہا ''جب سے سرکار نے لڑکی کی شادی کے لئے اٹھارہ برس کی عمر مقرر کی ہے، تب ہی سے لڑکیاں بھاگ بھاگ کر شادیاں کرنے لگی ہیں اور "Love Jihad" شروع ہوگیا ہے'' اس لئے ہماری شریعت نے جس وقت کی تعیین کی اس کی مستحکمی دیکھئے کہ چودہ سو سال کے بعد بھی اس پر کوئی انگلی نہیں اٹھی، اس کے ساتھ ساتھ ۲۰۱۲ء کے دہلی ہائی کورٹ اور ۲۰۱۴ء کے گجرات ہائی کورٹ کے اس فیصلے کا بھی ہم سمّان کرتے ہیں، کہ دونوں ایوانوں نے بلوغت کو نکاح کی عمر مقرر کرنے کا اشارہ دیتے ہوئے یہ مشترکہ حکم صادر کیا تھا، کہ اگر مسلمان لڑکی ۱۵ر برس کی عمر میں ہی شادی کرلے تو یہ غیر قانونی نہیں ہے۔

فصل دوم

رشتہ جوڑنے میں افراط وتفریط اور کس چیز کو بنیاد بنایا جائے

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں ہر چیز کے جوڑے رکھے تا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں، اور یوں ایک نسل سے دوسری نسل کا تسلسل بھی رہے، انسانوں میں بھی یہ چیز رکھ دی کہ جیسے ہی لڑکا یا لڑکی بالغ ہوتے ہیں، خود بخود وہ اپنے مخالف سمت کی جانب توجہ دینا شروع کر دیتے ہیں، اس توجہ کو بہترین تعلق میں جوڑنے کے لئے رشتۂ ازدواج رکھا گیا۔ رشتہ کیسا اور کیا اس کے لئے بھی احکامات صادر فرمادیئے گئے، جب سب کچھ بتادیا گیا اس کے باوجود رشتوں میں بندش اور تاخیر کا سبب کیا ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب تمہاری اولاد بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کردو، پس اگر ایسا نہ کیا اور بچہ گناہ میں پڑ گیا تو اس کا وبال والدین پر ہوگا''۔ یعنی اپنے بچوں پر نظر رکھنے کے علاوہ ان کی ضرورت کا خیال رکھنا بھی والدین کی ذمہ داری ہے، بچے جیسے ہی بالغ ہوں انہیں فوری طور پر کسی بھی اچھی جگہ دیکھ کر رشتہ کر دینا ہی بھلائی ہے۔ اگر تاخیر دیندار رشتہ نہ ملنے کی وجہ سے ہوتی تو شاید بات قابل قبول ہوتی، مگر آج کل تاخیر کے اسباب بھی دورِ جدید کے ساتھ جدید تر ہوتے جارہے ہیں، جس قدر زمانہ آگے جارہا ہے ہم ذہنی طور پر پیچھے کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

زمانۂ اسلام سے پہلے رشتے حسب ونسب کی بنیاد پر جوڑے جاتے تھے، اسلام

آنے کے بعد دینداری کو دیکھا جانے لگا، اور اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لڑکی خوبصورت کتنی ہے، اور لڑکا امیر کتنا ہے، برادری کا ہے کہ نہیں، باقی دینداری، اخلاق، تعلیم یہ سب باتیں کوئی معنیٰ نہیں رکھتی۔

اس معاملے میں لڑکی والے بھی خود کو کسی سے کم نہیں سمجھتے، اگر بیٹی ڈاکٹر ہے تو رشتہ بھی کسی ڈاکٹر کا ہی چاہئے، اگر بیٹی عالمہ یا حافظہ ہے تو اس کے لئے کوئی مفتی ہی آئے گا، اگر لڑکی سید، خان، ملک، عراقی یا جو بھی تو لڑکا بھی اسی کے مطابق چاہئے، اس سے کم میں تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ سمجھوتا کرلیا جائے، حالانکہ اگر بات کی جائے دین کی تو لڑکی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تمہارے پاس ایسا رشتہ آئے جس کی دینداری اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو لڑکی کا رشتہ کردو''۔ یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ معیار دولت کو بناؤ یا برادری دیکھو۔

اسی طرح لڑکے کے لئے فرمایا: ''کہ تقویٰ کے بعد بہترین چیز نیک عورت ہے''۔ ایک اور جگہ فرمایا: ''عورت سے نکاح میں چار چیزیں دیکھی جاتی ہیں، اس کا نسب، مال، خوبصورتی اور اس کا دین، ایسے میں تم دینداری دیکھو''۔ (رواہ البخاری)

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ خوبصورتی دیکھو بلکہ دینداری کو ترجیح کا حکم دیا گیا۔ دینداری کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رشتہ عالم یا عالمہ کا ہی ہو، بلکہ یہ مطلب ہے کہ باعمل ہو، صوم وصلوٰۃ کی پابندی کی جاتی ہو، شرعی پردے کا اہتمام ہو، باکردار ہو، حقوق کی ادائیگی میں غفلت نہ برتے، بس کافی ہے۔

البتہ رہی یہ بات کہ عالمہ لڑکی کسی عالم ہی کے گھر جائے، یا عالم مرد کے لئے کسی عالمہ ہی کا رشتہ ملے، تو ایسا رشتہ اگر وقت پر مل جائے تو بیشک نور علیٰ نور والی بات ہوگی، مگر اس انتظار میں اولاد کی عمر ضائع کردینا کوئی دانشمندی نہیں۔ دین علماء کی میراث نہیں کہ علماء ہی کے گھروں میں گھومتا رہے، اسے عام لوگوں تک بھی پہنچنے دیں، کسی

عالمہ کی شادی اگر غیر عالم سے ہوئی یا کسی عالم کی غیر عالمہ سے، تو دین پھیلے گا سمٹ کر نہیں رہے گا، دین کو میراث سمجھ کر نسل در نسل منتقل نہ کریں، آپ کی اولاد کی وجہ سے اگر کوئی بے دین گھرانہ دین کی طرف آجائے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی، اپنی انا اور خودداری کے خول سے باہر تشریف لائیے اور دیکھیے کہ دین ہم سے کیا چاہتا ہے، اور غور کیجئے کہ اس پُرفتن دور کو ترویج دینے میں خود آپ کا کتنا ہاتھ ہے، ہمارا ضمیر ہی ہمارا بہترین منصف ہے۔

رشتہ کرنے کے آداب

بچے کے جوان ہونے کے بعد جب اس کی نسبت طے کی جائے تو بہتر یہ ہے کہ پہلے خود اس کی رائے معلوم ہو جائے، حدیث میں ہے "قال النبی ﷺ: استشیروا النساء فی أنفسھن" (المعجم الاوسط للطبرانی، باب من اسمه أحمد: ج ۲، ص ۱۴۷، ح: ۱۸۸۲) ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: عورتوں سے اُن کی ذات کے متعلق مشورہ کرلو۔ اسی طرح اگر وہ خود کچھ نہ کہے تو اس کے ہم عمر دوستوں اور ساتھیوں کے ذریعہ اس کی دلی رغبت کا پتہ لگایا جائے، اگر اس کی دلی رغبت کا کسی ذریعہ سے پتہ چل جائے تو اس کے اولیاء اس لڑکی اور اس کے خاندان کے حالات اور دینداری پر نظر کریں۔ اسی طرح یہ بھی دیکھ لیں کہ ان دونوں میں نبھاؤ ہو سکے گا یا نہیں، اگر دونوں میں موافقت نظر آئے تو رشتہ طے کر دیں۔ حدیث میں ہے "قال النبی ﷺ: لم یر للمتحابین مثل النکاح" (ابن ماجه، ابواب النکاح، باب ماجاء فی فضل النکاح: ص ۱۳۳، ح: ۱۸۴۷) ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: دو محبت کرنے والوں کے لئے نکاح سے بڑھ کر کوئی چیز (مناسب) نہیں۔

یہاں اس بات کا خیال رہے کہ لڑکے کی رائے کے بالکل برخلاف یا اس کی لاعلمی میں کسی جگہ رشتہ طے کر دینا عقلمندی کی بات نہیں، اسلئے کہ زندگی بھر ان کو ساتھ

رہنا ہے ورنہ خطرہ ہے کہ ان میں بے لطفی پیدا ہو اور جوڑ کے بجائے توڑ ہو جائے، لہٰذا اس کی زندگی کے مفاد کو سامنے رکھ کر اس کی خوشی سے رشتہ طے کیا جائے، ہاں اگر ماں باپ کو یہ اندازہ ہو کہ لڑکا اپنے نفس کی شرارت اور طبعی آزادی کی وجہ سے ہماری پسند کردہ اچھی جگہ کو چھوڑ کر کسی غلط جگہ اپنا رشتہ طے کرنا چاہتا ہے، تو اس کو سمجھانا اور جہاں رشتہ طے کرنا ہے وہاں کی خوبیاں اور فوائد ذہن نشین کرانا اخلاقی فریضہ ہے، اس طرح ہنسی خوشی رشتہ بھی ہو جائے گا اور ماں باپ کی طرف سے دل بھی صاف رہے گا اور کوئی کدورت پیدا نہیں ہوگی۔

نوٹ: رشتہ طے کرنے کیلئے حسب ذیل باتوں کا لحاظ کرنا بہتر ہے۔

(۱) شادی کرنے میں بلا وجہ کی تاخیر نہ کریں، حدیث میں ہے "قال النبی ﷺ: یا علی! ثلاث لاتؤخرھا .... والأیم اذا وجدت لھا کفواً"

(ترمذی، أبواب الصلاۃ، باب ماجاء فی الوقت الأول من الفضل: ج ۱، ص ۴۳، ح: ۱۷۱)

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! تین چیزوں میں دیر نہ کرنا .... (۳) بے نکاح شخص (مرد ہو یا عورت) جب اس کا جوڑ مل جائے۔

(۲) لڑکی کی عمر لڑکے سے کچھ کم ہو (زیادہ نہ ہو) یعنی لڑکی کی عمر دو چار سال کم ہو۔

(۳) نوعمر لڑکے کیلئے کنواری لڑکی زیادہ مناسب ہے، حدیث میں ہے "قال النبی ﷺ لجابر: فھلا بکرا تلاعبھا وتلاعبک" (بخاری، کتاب النکاح، باب الثیبات: ج ۲، ص ۷۶، ح: ۵۰۷۹) ترجمہ: اللہ کے نبی ﷺ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا: تونے باکرہ سے شادی کیوں نہ کی! کہ تو اس سے جی بہلاتا اور وہ تجھ سے جی بہلاتی۔

(۴) نسبت طے کرنے سے پہلے دونوں ایک دوسرے کو ایک نظر دیکھ لیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نکاح سے پہلے منکوحہ کو دیکھ لو اس صورت میں امید ہے کہ دونوں میں محبت اور انسیت زیادہ پیدا ہوگی، اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ بسا

اوقات اس قسم کے موقعوں پر سُنی سنائی باتوں سے انسان اپنے ذہن میں کوئی بہت اچھا نقشہ قائم کر لیتا ہے اور پھر بعد میں سامنے آنے پر وہ خوبیاں پائی نہیں جاتیں تو لڑائی اور جھگڑے تک پہنچ سکتی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر آدمی کی پسند الگ الگ ہوتی ہے، ہوسکتا ہے جو سُنی ہوئی بات ہو وہ ان کی پسند ہو اور تمہاری پسند اس سے مختلف ہو، مثل مشہور ہے.... پسند اپنی اپنی۔

(۵) لڑکی کے انتخاب میں ضروری ہے کہ اس کی دینداری اور با اخلاق ہونے کو اور امور خانہ داری سے واقف ہونے کو ضرور دیکھا جائے، اس سلسلہ میں بھی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ مبارک ہمارے لئے بہترین راستہ بتاتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے "قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: فاظفَرْ بذات الدین تربت یداک" (بخاری، کتاب النکاح، باب الأکفاء فی الدین: ج ۲، ص ۷۶۴، ح: ۵۰۹۰) ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: سوتو دین والی کے ساتھ کامیاب ہوجا، تیرے ہاتھ خاک آلود ہو (اگر تو دیندار پر کسی اور کو ترجیح دے)۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں عورت سے نکاح چار باتوں میں سے کسی بات کا لحاظ کر کے کیا جاتا ہے کوئی حسن و جمال دیکھ کر کرتا ہے، کوئی اس میں مال کی طرف نظر کرتا ہے اور کوئی حسب یعنی اونچے گھرانے کی لڑکی ڈھونڈتا ہے لیکن کامیاب وہ شخص ہے جو اس کی دینداری دیکھ کر نکاح کرے۔ غور کیا جائے تو پہلی تینوں چیزیں درحقیقت انسان کیلئے وبالِ جان بن سکتی ہیں۔

(۱) **حسن وجمال**: یہ بڑی اچھی اور دل لبھانے والی چیز ہے مگر میرے دوستو! وہ بہت جلد زوال پذیر بھی ہے، خدانہ کرے چیچک کا ذرا حملہ ہو یا کوئی چوٹ یا بیماری آجائے اور وہ سارا حسن و جمال ختم ہو جائے، اور ویسے بھی ابتدائی حسن و جمال چند سالوں کا مہمان ہے جہاں کچھ مدت گذری اور اولاد کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ چیز ہی ختم

ہونا شروع ہوجاتی ہے، ایک بات یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ اگر آپ نے کسی کے حسن وجمال ہی کو تلاش کیا تو آخر اس کو بھی اپنے حسن وجمال پر ناز ہوگا، لہٰذا پہلے سوچ لیں کہ اس کے نازنخرے کو برداشت کر بھی سکتے ہیں یا نہیں۔

پھر اس حسن پر دوسروں کی نظریں بھی ہوتی ہیں جس طرح آپ نے اس کا ارادہ کیا دوسرے بھی اس کو چاہ رہے ہوں گے، ایسا نہ ہو کہ آپ کے نکاح میں آنے کے بعد وہ لوگ آپ کے حق میں وبالِ جان بن جائیں، نیز اس بات کا بھی خیال رہے کہ جیسے آپ حسن وجمال کے شیدائی ہیں وہ بھی اپنے لئے حسن وجمال کے پیکر کو چاہتی ہوگی لہٰذا اپنے بارے میں غور کریں کہ آپ اس کے برابر ہیں یا نہیں، ورنہ ایسا ہوگا کہ آپ اس کے خواہش مند ہو اور وہ آپ سے متنفر ہو، آپ اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہو گے اور وہ آپ سے دور رہنے کی تدبیر کررہی ہوگی ایسے جوڑے میں لطف ہی کیا، اسلئے دینداری کو چھوڑ کر فقط حسن وجمال کو پیش نظر رکھنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا البتہ کسی قدر دل لگ رہا ہو تو زیادہ اچھا ہے۔

(۲) مال ودولت: کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جن کی نظروں میں مال ودولت کی بے پناہ اہمیت اور اس کی وقعت وعظمت ہوتی ہے اور وہ کسی مالدار عورت کو اسی بنیاد پر چاہتے ہیں کہ گھر کی عزت میں اضافہ ہو اور مکان آباد ہوجائے۔

مگر اے دوست! یہ تو حسن وجمال سے بھی جلد زوال پذیر ہے شام کے تونگر صبح کو نادار دیکھے گئے ہیں، پھر شاید تجھے دھوکہ ہورہا ہے کہ وہ مالدار ہے، نہیں! بلکہ اس کے گھر والے مالدار ہیں، کیا ان کا مال اس عورت کے ساتھ آئے گا بھی؟ اور اگر آیا تو کیا تیری مردانہ غیرت اس کے لئے تیار بھی ہے کہ تو مرد اور شوہر ہوکر بیوی کے مال ومتاع پر رال ٹپکائے۔

البتہ اگر وہ مالدار گھر کی ہے تو اس کی ضرورتیں اور فرمائشیں بھی اسی انداز کی ہوں

گی، کیا تجھ میں اس کا پورا کرنے کا حوصلہ بھی ہے؟ ظاہر ہے کہ ہاتھی کی خوراک اس کے موافق چاہئے تو وہ تیری روکھی سوکھی روٹی پر قناعت کیسے کرے گی، پھر روزانہ لعن وطعن سننے ہوں گے اور روٹھنا اور منانا روز روز کا مشغلہ ہوجائے گا، تو وہ تیری شکر گذار بن کر کیسے رہے گی، اب زندگی میں تو تابع ہوگا اور وہ تم پر حاکم، اگر یہ ساری ذلتیں تجھے گوارہ ہیں تو پھر نکاح کرکے دیکھ لے کہ وہ تیری فرمانبردار بیوی ہے یا حاکمہ؟ اسلئے داناؤں نے کہا اور ٹھیک کہا ہے کہ مالداری میں عورت مرد سے کم ہونی مناسب ہے تاکہ شکر گذاری اور نعمتوں کی قدر کرے۔

(۳) اچھا خاندان: کچھ لوگ نکاح میں اونچا گھرانہ اور اچھا خاندان تلاش کرتے ہیں تاکہ ان کی وجہ سے عزت حاصل ہو اور دوسروں پر فخر کرسکے، لیکن ایسے لوگوں کو اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ خاندانی اونچ نیچ کا مسئلہ خود غیر متعین اور شریعت کی نگاہ میں غیر معتبر بھی ہے، پھر اس کی وجہ سے ان ہی پریشانیوں کا خطرہ ہے جو اوپر مال وجمال کی صورت میں بیان کیا گیا ہے، اسلئے صاف بات یہ ہے کہ اگر دینداری نہ ہو تو مال وجمال یا حسب ونسب مطلق قابل اعتماد نہیں، نیز بے دینی کی صورت میں عورت کی عفت اور پاکدامنی بھی خطرے میں ہے جو اس کا اصلی جوہر ہے۔

(۴) دینداری: عورتوں میں دیکھنے کے لائق سب سے اہم دینداری ہی ہے، اگر وہ نماز روزہ کی پابند ہے، اچھے اخلاق سے متصف ہے اور امورِ خانہ داری سے واقف ہے اور اس کا گھرانہ بھی دیندار ہے، تو اے دوست! اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے یہ وہ جوڑا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا ہے۔

دینداری کے ذیل میں اس کا بھی لحاظ کیا جائے کہ اس کے عقائد کیا ہیں، خیالات اور رُجحانات کیسے ہیں، ان میں ایمانی جذبہ ہے یا نہیں، ورنہ خدانخواستہ نئی تعلیم کے اثرات اور بے حیائی اور بے حجابی پائی گئی تو خطرہ ہے کہ تمہیں بھی لے ڈوبے اور اپنی

اولاد کو بھی اسی رُخ پر لگادے۔ اسی طرح عورت کا بدزبان اور فحش گو ہونا اور سیر وتفریح کا شیدائی ہونا اور اقارب واجانب سے اختلاط ومیل جول نقصان دہ ہے، اس طرح کی عورتوں سے بھی تعلق مفید نہیں۔

نوٹ: اسی طرح عورت کے انتخاب میں حسب ذیل باتیں بھی دیکھی جائیں:

(۱) تندرست ہو کسی مہلک بیماری میں مبتلا اور دائم المریض نہ ہو۔

(۲) اپنے ہی خاندان کی ہو تو بہتر ہے تاکہ صلہ رحمی بھی ہوسکے۔

(۳) دونوں کا مزاج تقریباً یکساں ہو، مثلاً ایک بہت شوقین ہے اور دوسرا انتہائی سادہ مزاج ہے تب بھی لطف زندگی دشوار ہے۔

(۴) کسی قدر پڑھی لکھی اور دینی تعلیم یافتہ ہو بالکل جاہل نہ ہو، ان باتوں کا لحاظ جیسے لڑکے والے کریں لڑکی والوں کو بھی کرلینا چاہئے۔

کفوٗ پانچ باتوں میں

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نکاح کا مقصد تاحیات میاں بیوی کی حیثیت سے ایک ساتھ زندگی گزارنا اور نسل انسانی کو بڑھانا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ زوجین میں محبت ومودّت ہو اور دونوں کے مزاج میں موافقت ہو، اسی وجہ سے شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے کہ نکاح میں کفوٗ کا لحاظ رکھا جائے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لاتنکحوا النساء الا من الکفاء، ولا یزوجھن الا الأولیاء ولا مھر أقل من عشرۃ دراھم۔ (دار قطنی وبیہقی)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کا نکاح ان کے کفوٗ میں ہی کرو، ان کی شادی ان کے ولی کی موجودگی میں ہی کرو، اور ان کا مہر دس دِرہم سے کم مقرر نہ کرو۔

برابری پانچ باتوں میں دیکھی جاتی ہے:

① نسب، ② اسلام، ③ دینداری، ④ مالداری، ⑤ پیشہ

الکفأۃ تعتبر فی أشیاء منھا النسب ومنھا اسلام الآباء، ومنھا الحریۃ ومنھا الکفاءۃ فی المال ومنھا الدیانۃ ومنھا الحرفۃ۔(الفتاویٰ الھندیۃ: ۱/۳۱۰، ۳۰۹مصری)

نسب میں برابری!

نسب میں برابری یہ ہے کہ شیخ، سید، انصاری، ملک اور عراقی سب ایک دوسرے کے برابر ہیں، یعنی اگرچہ سیدوں کا مرتبہ اوروں سے بڑھ کر ہے لیکن اگر سید کی لڑکی شیخ کے ہاں شادی ہوئی تو یہ نہ کہیں گے کہ برابری نہ ہوئی۔

ثم الکفأۃ تعتبر فی النسب فقریش بعضھم اکفاء لبعض والعرب بعضھم اکفاء بعض۔(شرح البدایۃ: ۲/۳۰۰)

مسلمان ہونے میں برابری!

مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار فقط مغل، پٹھان وغیرہ اور قوموں میں شیخوں سیدوں، ملکوں، عراقیوں اور انصاریوں میں اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے، جو شخص خود مسلمان ہوگیا اور اس کا باپ کافر تھا اس عورت کے برابر نہیں جو خود بھی مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان تھا، اور جو شخص خود مسلمان ہے اس کا باپ بھی مسلمان ہے لیکن اس کا دادا مسلمان نہیں وہ اس عورت کے برابر کا نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہے۔

وأما فی العجم فتعتبر حریۃ واسلاما أفاد أن الاسلام لایکون معتبرا فی حق العرب من أسلم بنفسہ ولیس لہ أب فی الاسلام لایکون کفوا لمن لہ واحد فی الاسلام ومن لہ أب واحد فی الاسلام لایکون کفأ لمن لہ أبوان فصاعدا فی الاسلام۔(فتاویٰ عالمگیریۃ: ۱/۳۰۹مصری، شامی: ۲/۵۳۳مصری)

جس کے باپ دادا دونوں مسلمان ہوں لیکن پردادا مسلمان نہ ہو، تو وہ شخص اس عورت کے برابر سمجھا جائے گا جس کی کئی پشتیں مسلمان ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دادا

تک مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار ہے، اس کے بعد پردادا اور لکڑ دادا میں برابری ضروری نہیں ہے۔

ومن له أبوان في الاسلام كان كفوء الامرأة لها ثلاثة آباء في الاسلام أو أكثر۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۱/۳۱۰ مصری)

دینداری میں برابری!

دینداری میں برابری کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص جو دین کا پابند نہ ہو، لُچّا، لاپرواہ، آزادخیال، شرابی، بدکار آدمی ہو، نیک بخت پارسا دیندار عورت کے برابر کا نہ سمجھا جائے گا۔

تعتبر الكفاءة في الديانة فلايكون الفاسق كفوءا للصالحة كان معلن الفسق أو لم يكن۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۱/۳۱۰)

مال میں برابری!

مال میں برابری کا معنی یہ ہے کہ بالکل مفلس محتاج مرد مالدار عورت کے برابر کا نہیں ہے، اور اگر وہ بالکل مفلس نہیں بلکہ جتنا مہر پہلی رات کو دینے کا دستور ہے اتنا مہر دے سکتا ہے اور نفقہ بھی، تو اپنے میل اور برابر کا ہے اگر چہ سارا مہر نہ دے سکے، اور یہ ضروری نہیں کہ جتنے مالدار لڑکی والے ہیں وہ بھی اتنا ہی مالدار ہو یا اس کے قریب قریب مالدار ہو۔

الكفاءة تعتبر في المال وهو أن يكون مالكا للمهر والنفقة۔ (فتاویٰ عالمگیری: ۲/۲۹۹)

ومالا بأن يقدر على المعجل ونفقة شهر۔ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار: ۲/۵۲۶)

پیشہ میں برابری!

پیشہ میں برابری یہ ہے کہ جولا ہے درزیوں کے میل اور جوڑے کے ہیں، اسی طرح دھوبی وغیرہ بھی درزی کے برابر کے نہیں۔

فمثل حائک کفو لمثل خیاط ولا خیاط للبزاز وتاجر۔ (شرح التنویر: ۱/۱۹۵)

دیوانہ پاگل آدمی ہوشیار سمجھدار عورت کے میل کا نہیں۔

المجنون لیس بکفوءٍ للعاقلۃ۔ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار: ۲/۱۳۵ مصری)

منگنی کی شرعی حیثیت

شرعاً منگنی کی حیثیت ایک وعدہ کی ہے، یعنی اگر منگنی کی مجلس میں باقاعدہ ایجاب وقبول نہ ہو بلکہ صرف رشتہ طے ہونے کے بعد آئندہ نکاح کا وعدہ ہو تو اس کی حیثیت وعدہ کی ہوئی، اب اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک کوئی معقول عذر پیش نہ آئے اس وعدے کو پورا کرنا دیانۃً ضروری ہے، البتہ اگر کوئی معقول عذر پیش آجائے تو منگنی توڑی بھی جاسکتی ہے۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ: تحت (قولہ أن للوعد فوعد) لو قال: أعطیتنیھا فقال: أعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح۔ (ردالمحتار: ۳/۱۱، کتاب النکاح، مطبوعہ سعید)

ترجمہ: علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: اگر آدمی نے کسی سے کہا کہ آپ مجھے اپنی بیٹی عنایت کردیں؟ تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے عنایت کردی، البتہ اگر وہ مجلس (جس میں یہ بات ہوئی ہے) وعدہ (منگنی) کی ہے تو یہ صرف ایک وعدہ ہوگا، اور اگر وہ مجلس نکاح کی ہے تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

عن أبی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: آیة المنافق ثلاثة اذا حدث کذب واذا وعد أخلف واذا اوتمن خان۔ (صحیح البخاری: کتاب الایمان، باب علامة المنافق ۱۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ بات کرے تو جھوٹ بولے گا، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے گا اور اگر امانت اس کے پاس رکھی جائے تو خیانت کرے گا۔

وقال فی اللمعات شرح مشکاة من باب الوعد، وقیل الخلف فی الوعد بغیر مانع حرام وهو المراد ههنا وکان الوفاء بالوعد ماموراً به فی الشرائع السابقة أیضا۔ (دیکھئے امداد المفتین: ۵۸۲)

ترجمہ: اللمعات شرح مشکوۃ کے باب الوعد میں ہے: اور کہا گیا ہے کہ بغیر عذر کے وعدہ خلافی کرنا حرام ہے اور یہاں پر یہی مراد ہے، اور پچھلی شریعتوں میں بھی ایفائے وعدہ یعنی وعدے کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اسی طرح جب منگنی کا ارادہ ہو تو مسنون طریقے پر وضو یا غسل کرکے چار رکعت پڑھے، دو رکعت صلوٰۃ الحاجہ اور دو رکعت صلوٰۃ الاستخارہ کی نیت سے، اور ان دونوں نماز کی احادیث میں وارد شدہ دعائیں بھی پڑھے، اور پھر دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ زندگی کا بہترین رفیق عطا فرمادے اور اس کی تکمیل کے اسباب غیب سے پیدا فرمادے۔ شادی کے مختلف مواقع میں اگر دعا وغیرہ کا اہتمام کیا جائے تو انشاء اللہ بہت ہی زیادہ نفع ہوگا۔

نسبت طے کرنے کے بعد دونوں طرف کے اولیاء زبانی یا خط وکتابت کے ذریعہ یا کسی آدمی کے ذریعہ نکاح کی تاریخ طے کرلیں، اس سلسلہ میں جتنی غلط قسم کی رسومات رائج ہیں وہ سب واہیات اور لغو چیزیں ہیں ان سے حتی الامکان بچنا چاہئے۔ اس نسبت کے بعد نکاح کی جو تاریخ طے ہوجائے اس کے مطابق رشتہ داروں اور دوستوں کی موجودگی میں

انتہائی سادگی کے ساتھ نکاح کرلیا جائے۔

نکاح کے آداب

نکاح کے متعدد سنن وآداب ہیں، ان سب میں اہم یہ ہے کہ نکاح میں نیت اچھی رکھے اسلئے کہ دنیا کے جائز کام میں بھی اگر نیت اچھی ہو تو اس پر ثواب ملتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے "انما الاعمال بالنیات" تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ پھر ایک ہی عمل میں متعدد نیتیں بھی ہوسکتی ہیں اور ان تمام نیتوں پر الگ الگ ثواب ملے گا، اس اعتبار سے نکاح ایک ہی عمل ہے لیکن جتنی نیتیں کی جائیں گی اتنا ثواب زیادہ ہوتا جائے گا۔

نکاح میں حسب ذیل نیتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) نکاح اس لئے کیا جائے کہ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "النکاح من سنتی" اور سنت پر عمل کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

(۲) نکاح کرنے سے غلط کاریوں سے حفاظت ہوتی ہے۔

(۳) نکاح کرنے کی وجہ سے نفس قابو میں رہتا ہے اور دل کے خیالات اِدھر اُدھر بھٹکنے سے اور نظر کے پراگندہ ہونے سے حفاظت ہوتی ہے۔

(۴) حق تعالیٰ نکاح کی وجہ سے نیک اولاد عطا فرمائے اور وہ نیک کام کرے گی اور والدین کے حق میں دعا کرے گی تو اس پر بھی ثواب ملے گا۔

(۵) بال بچوں والے آدمی کی عبادت کا ثواب بنسبت غیر شادی شدہ کی عبادت کے زیادہ ہوتا ہے تو اس ثواب کے زیادہ ملنے کی بھی نیّت کرے۔

(۶) نکاح کی وجہ سے جتنی اولاد ہوگی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امّت میں اضافہ کا سبب ہوگا اور آپ اس پر فخر فرمائیں گے۔

(۷) خدائے پاک ایسی اولاد عطا فرمائے جو دعوت الی اللہ کی محنت کرے اس سے

امت کو بھی دینی نفع ہوگا اور والدین کیلئے بھی اجرِ عظیم کا سبب بنے گا۔

(۸) اگر چھوٹے بچے مر گئے تو والدین کے لئے جہنّم سے نجات اور جنّت میں داخلہ کا سبب بنیں گے۔

(۹) نکاح کے ذریعہ آدھا ایمان مکمل ہوجاتا ہے۔

(۱۰) نکاح اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ تلک عشرة کاملہ

اس طرح نکاح میں جتنی زیادہ نیتیں کی جائیں گی اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا، اور دینی دنیوی برکتیں حاصل ہوں گی۔ بے سوچے سمجھے نکاح کرنے یا صرف نفسانی خواہش اور دنیوی لذتوں کے پورا کرنے کیلئے اتنا اہم کام انجام دینا مؤمن اور مسلمان کی شان نہیں بلکہ یہ تو محض حیوانی مشغلہ ہوگا۔

(۱) نکاح اور شادی کی ایک بڑی حکمت لطف وسکون کی زندگی حاصل ہونا ہے اور یہ حکمت اسی صورت میں ظاہر ہوگی جب آدمی کا ذہن بھی ان فائدوں کی طرف متوجہ ہو اور محبت والفت کا جو مادہ اللہ نے ہر انسان میں رکھا ہے اس کو بروئے کار لا کر زندگی کا ارادہ ہو۔

(۲) نکاح علی الاعلان ہونا چاہئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ”اعلنوا النکاح واضربوا علیه بالغربال أي الدف“(ابن ماجه: ۱۵۹۴، ۱۸۹۵) یعنی نکاح کا اعلان کرو گرچہ نقارہ بجا کر ہی ہو، چھپ چھپا کر نکاح نہ ہونا چاہئے، زِنا اور نکاح میں یہی فرق ہے کہ زِنا (جو حرام ہے) چھپ چھپا کر کیا جاتا ہے اور نکاح (جو حلال ہے) وہ مجمع کے سامنے ہوتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے ”اعلنوا هذا النکاح، واجعلوه في المساجد“ (سنن الترمذی، ابواب النکاح: ۱۰۸۹) ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نکاح کا اعلان کرو اور نکاح مساجد میں کیا کرو۔

(۳) نکاح مسجد میں ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے ”اعلنوا هذا النکاح، واجعلوه في المساجد“ (سنن الترمذی، ابواب النکاح: ۱۰۸۹) ترجمہ: آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نکاح کا اعلان کرو اور نکاح مساجد میں کیا کرو۔ اسی طرح کسی نماز کے بعد ہو خاص طور پر جمعہ کے دن، جمعہ یا عصر کی نماز کے بعد بہت زیادہ افضل ہے، اس طرح زمان اور مکان دونوں کی برکتیں حاصل ہوں گی، ایسے ہی مجلس نکاح میں علماء اور صلحاء کا جتنا مجمع ہوگا اتنا اچھا ہے تاکہ ان کی دعائیں بھی شامل حال ہوں اور رحمت وبرکت نازل ہو۔

(۴) نکاح کوئی عالم دین یا کوئی نیک اور صالح آدمی پڑھائے، پہلے خطبہ پڑھ کر پھر ایجاب وقبول کرائے، اس میں اس بات کا خیال رہے کہ ناکح قبول کرتے وقت پورا جملہ کہے کہ میں نے قبول کیا صرف قبول کہنا کافی نہیں۔

(۵) نکاح خوانی کے بعد دوست احباب مبارک بادی دیں، جس کے لئے حدیث پاک میں یہ دعا آئی ہے: "بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ وَبَارَکَ عَلَیْکَ وَجَمَعَ بَیْنَکُمَا فِیْ خَیْرٍ" (أبو داؤد: ۲۱۳۰، ترمذی: ۱۰۹۱، أحمد: ۸۹۵۷، واللفظ لہ ابن ماجہ) (اللہ تعالیٰ تم دونوں میں برکت دے، خیر وخوبی کے ساتھ جمع کرے اور نیک اولاد پیدا کرے)۔

(۶) نکاح خوانی کے بعد چھوارے تقسیم کرنا یا لٹانا بھی سنت ہے، البتہ اس کا خیال رہے کہ مسجد کے تقدس کو پامال نہ کیا جا رہا ہو اور اس کی بے حرمتی نہ ہو رہی ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے "قالت عائشۃ: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تزوّجوا بعض نسائہ فنثر علیہ التمر" (السنن الکبریٰ للبیهقي: ح ۱۴۶۸۴) ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض عورتوں سے شادی کی تو کھجور لٹائی تھی۔

(۷) نکاح میں مہر بہت زیادہ نہ ہو بلکہ درمیانی درجہ کا ہونا چاہئے، حدیث میں ہے "ان من یمن المرأۃ تسیر خطبتھا، وتسیر صداقھا، وتسیر رحمھا" (مسند أحمد) ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ عورت کی برکت میں سے یہ بات ہے کہ: اس کو پیغام دینا آسان ہو، اور اس کا مہر آسان ہو، اور اس کی بچہ دانی (حصولِ اولاد) میں آسانی ہو۔ اسی طرح نکاح کے دوسرے کاموں میں اسراف اور فضول

خرچی نہ ہو بلکہ اعتدال سے کام کرنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: ”ان أعظم النکاح برکة ایسره مؤنة“ (مشکوٰۃ المصابیح: ۳۰۲۳) یعنی نکاح میں جتنا خرچ کم ہوگا اسی قدر برکت زیادہ ہوگی، لہٰذا جتنا کم ہنگامہ ہو اور خرچ کم ہو اور آسانی اور سہولت کے ساتھ انجام پا جائے اتنی ہی انشاء اللہ برکت ہوگی، اسی طرح لڑکی کو جہیز دینے میں زیادہ تکلّف نہ کرنا چاہئے۔ غور کیجئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز کیا تھا، دو یمانی چادر دو نہالی جن میں اَلسی کی چھال بھری تھی، چار گدے، دو بازو بند چاندی کے، ایک تکیہ، ایک کملی، ایک پیالہ، ایک چکی، ایک مشکیزہ اور پانی رکھنے کا برتن یعنی گھڑا، اور بعض روایتوں میں ایک پلنگ بھی آیا ہے۔ (ازالۃ الخفا واصلاح الرسوم: ص ۹۳)

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جہیز میں تین چیزوں کا لحاظ کرنا چاہئے:

(۱) اختصار کہ گنجائش سے زیادہ کی فکر نہ کرے۔

(۲) ضرورت کا لحاظ کہ جن چیزوں کی سردست ضرورت ہو وہ دینا چاہئے۔

(۳) اعلان نہ ہو کیوں کہ یہ تو اپنی اولاد کے ساتھ رحمی کرنا ہے دوسروں کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فعل سے جو روایت میں مذکور ہے تینوں امر ثابت ہیں۔

لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھانے کا حکم

لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانا کسی صحیح اور مشہور حدیث سے امت میں شہرت کے ساتھ ثابت نہیں ہے، البتہ امام طبرانیؒ کی المعجم الکبیر اور مصنف عبدالرزاق کی بعض کمزور روایات سے لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کا ثبوت ملتا ہے، حدیث شریف کافی لمبی ہے جس کو دیکھنا ہو ”المعجم الکبیر: ۲۲/ ۴۱۱ حدیث ۱۲۲، مصنف عبدالرزاق: ۵/ ۴۸۷ حدیث ۹۷۸۲، مجمع الزوائد: ۹/ ۲۰۷“ میں دیکھ سکتے ہیں۔

مسند الہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور تصنیف مدارج النبوۃ فارسی ۲/ ۵۶۵ اُردو قسط ۱۲/ ۱۲۸، امام قسطلانی علیہ الرحمہ نے المواھب اللدنیہ قلمی المقصد الثانی ۱۱۸، نسخہ جدید ۴/ ۴۰۶ طبقات ابن سعد ۸/ ۷۸)۔

علامہ ابن کثیرؒ نے ''البدایہ والنہایہ ۴ / ۱۴۴ '' میں حضرت نجاشیؓ کے قول وعمل کے ذریعے سے لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کو حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

حضرت ابو الحسنات علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے ''فتاویٰ عبدالحی نسخۂ قدیم ۲ / ۵۴ '' میں لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کو طریقۂ ماثورہ لکھا ہے، اس پر ایک تفصیلی فتویٰ دارالافتاء مدرسہ شاہی کے رجسٹر الف ۲۸۔۴۴۷۲ میں موجود ہے۔

بہر حال لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کو نہ بالکل ناجائز کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی ولیمہ کی طرح سنت کہا جا سکتا ہے، بلکہ مباح اور لا بأس بہ کے درجہ میں قرار دینا ہوگا۔ اور لا بأس بہ کا مطلب یہ ہے کہ نہ گناہ ہے اور نہ ہی کارِ ثواب ہے۔

اب لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھلانے کی آٹھ شکلیں ہمارے سامنے ہیں، ہر ایک کا حکم بھی بیان کرتے ہیں:

(۱) اگر لڑکی والے بہت بڑے سرمایہ دار ہیں تو وہ اپنی حیثیت کے مطابق جتنے لوگوں کو چاہیں کھانا کھلا سکتے ہیں۔

(۲) لڑکی والے بہت بڑے سرمایہ دار نہیں ہیں لیکن اپنے پیروں پر کھڑے ہیں کسی کے مقروض یا کسی کے محتاج نہیں، تو وہ حسب استطاعت اور حسب گنجائش جتنے افراد کو چاہیں کھلا سکتے ہیں۔

(۳) لڑکی والے غریب محتاج ہیں اُنہیں اپنے کھانے کو نہیں ہے، تو ایسے غریب لوگوں کے یہاں کھانا کھلانے اور کھانے کا شرعاً کوئی جواز نہیں، ایسے غریب لوگ نہ اپنے رشتہ داروں کو کھانا کھلائیں اور نہ ہی بارات میں آنے والوں کو بلکہ ایسے غریبوں کے یہاں بارات میں دو چار سے زیادہ افراد قطعاً نہیں آنے چاہئے، ورنہ اس غریب کے یہاں بارات میں آنا نہیں ہوگا بلکہ اس غریب کی عزت لوٹنے کیلئے آنا ثابت ہوگا۔

(۴) لڑکی والے نہایت غریب اور محتاج ہیں کسی اور سرمایہ دار نے بخوشی اپنی جیب خاص سے تعاون کر کے اس کے یہاں آنے والے مہمانوں کو کھانا کھلایا ہے، جس

میں زکوۃ کا کوئی پیسہ نہیں ہے تو اس میں کوئی بُرائی نہیں بلکہ تعاون کرنے والے سرمایہ دار کو انشاء اللہ ثواب بھی ملے گا۔

(۵) لڑکی والے غریب محتاج ہیں دوسروں سے شادی کے لئے زکوۃ وصول کرتے ہیں، تو لوگوں کو ایسے غریب محتاج کے یہاں کھانا کھانا مناسب نہیں ہے، اور نہ ہی اس غریب کو بھیک مانگ کر کھانا کھلانا درست ہے۔

(۶) صاحب حیثیت لوگ اپنی استطاعت کے مطابق لڑکے کے ساتھ میں آنے والے لوگوں کو کھلا سکتے ہیں۔

(۷) لڑکی والے کہتے ہیں کہ سو افراد بارات میں لا سکتے ہیں اور لڑکے والے کہتے ہیں کہ ڈیڑھ سو یا دوسو افراد آئیں گے، تو یہ لڑکے والوں کی طرف سے ناجائز دباؤ ہے جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ (ایک مرتبہ احقر کا ضلع دہرادون کے ایک گاؤں بندر جوڑ میں دعوت کے سلسلہ میں جانا ہوا، اس دعوت میں ۳۰۰/ سے زائد لڑکے والے بارات لیکر آئے ہوئے تھے، اب اس سے آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ جب اتنے زیادہ لوگ بارات میں آئیں گے تو لڑکی کے والدین پر ظلم نہیں ہے تو اور کیا ہے؟)۔

(۸) آپس میں سو افراد کی بات طے ہوئی تھی لیکن لڑکے والے اپنی طرف سے بلا اطلاع ڈیڑھ سو یا دوسو افراد لیکر لڑکی والوں پر چڑھائی کر دیں، تو یہ دن دھاڑے ڈکیتی ہے جو شرعاً چوری ڈکیتی کی طرح ناجائز اور حرام ہے۔

نیز اگر لڑکی والے سرمایہ دار بھی ہیں تب بھی دو وجوہ سے ناجائز ہے

(۱) کسی کے یہاں بنا بلائے کھانے کیلئے جانا حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من دعا فلم یجب فقد عصی اللہ ورسولہ ومن دخل علیٰ غیر دعوۃ دخل سارقاً و خرج مغیراً" (رواہ ابوداؤد، مشکوٰۃ: ۲/ ۲۷۷)

(۲) لڑکی والوں سے جتنے لوگوں کی بات طے ہوگئی تھی اتنے کیلئے انتظام کیا گیا

ہے اور اس سے زائد کا انتظام نہیں کیا گیا، اب جب اتنے سارے لوگ آ گئے تو ان کی مہمانداری صحیح طریقہ سے نہیں کر سکیں گے جس سے اُن کی زبردست ذلّت اور رُسوائی ہو سکتی ہے، نیز لڑکے والوں کی طرف سے ایک بدعنوانی یہ بھی ہوتی ہے کہ جس ٹائم بارات پہنچنے کی بات طے ہو جاتی ہے اس ٹائم نہیں پہنچتے بلکہ کئی کئی گھنٹے تاخیر کر کے پہنچتے ہیں جس سے لڑکی والوں کا سارا انظام خراب ہو جاتا ہے۔

ہم سب سید الکونین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیاری امّت ہیں، ہم کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی روح مبارک کو ٹھیس پہنچ جائے، اللہ پاک ہم سب کو ہر کام اپنے حبیب کی سنّت کے مطابق کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین (ماخوذ انوارِ نبوت)

رخصتی کا اسلامی طریقہ

شادی ہو جانے کے بعد پھر لڑکی کو اس کے شوہر کے یہاں پہنچایا جاتا ہے اسی کو رخصتی کہتے ہیں، رخصتی بھی نہایت سادگی کے ساتھ ہونی چاہئے، لڑکی کے مکان والے چاہے اپنے گھرانہ کی کسی خاتون یا خادمہ کے ساتھ یا لڑکے والوں کے یہاں سے عورتیں آئی ہوں تو ان کے ہمراہ دُلہن کو بھیج دیا جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ (جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خادمہ تھیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں بھیج دیا تھا۔

رخصتی کا کوئی خاص طریقہ شریعت میں نہیں ہے، نہ ہی کسی رسم و رواج کی پابندی ہونی چاہئے، اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ جو سامان بطور جہیز دیا ہو وہ اسی وقت ساتھ میں بھیجا جائے بعد میں بھی بھیجا جا سکتا ہے۔

جہیز کی شرعی حیثیت

باپ کا اپنی بیٹی کو نکاح کے وقت چند ضروری سامان دینا سنت نبویہؐ ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شادی کے موقع پر چند ضروری سامان دیا تھا "وعن علی رضی اللہ عنہ قال: جهز رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاطمة في خميل وقربند ووسادة حشوها اذخر" (سنن نسائی: ۲/۹۲ جهاز الرجل ابنته) البتہ اس میں افراط اور غلو مناسب نہیں کہ اس قدر اہتمام کیا جائے کہ جس سے پریشانی ہو اور قرض کا بارِ عظیم ہو جائے، باقی اپنی وسعت کے مطابق ریا کاری و شہرت پسندی سے بچتے ہوئے کچھ ضروری سامان دیدیا جائے تو اس سے سنت ادا ہو جائے گی۔

افسوس صد افسوس! آج کے دور میں یہ سنت سے نکل کر عذاب بن گیا ہے اور اس دلدل میں ہر شخص پھنسا ہوا ہے اور زیادہ سے زیادہ دینا فخر، شہرت سمجھا جاتا ہے، بیٹی کی سسرال میں عزت ہوگی، حالانکہ یہ بات جان لیں کہ انسان بہت حریص ہوتا ہے، آپ بیٹی کو جتنا بھی دے دیں وہ سسرال والے کو کم ہی لگتا ہے، آخر کوئی یہ کیوں نہیں دیکھتا کہ اس کے باپ نے کیسے کیسے انتظام کیا، صرف اپنی بیٹی کی خاطر، لیکن پھر بھی اگر لڑکی کو یہ طعنہ سننے کو ملے کہ مائیکہ سے تو لائی ہی کیا ہے؟ حالانکہ اس مال سے پورے سسرال والے فائدہ اٹھاتے ہیں، اس میں اس لڑکی کا کیا قصور ہے جو بیچاری ظلم و تشدد کا نشانہ بن جاتی ہے۔

البتہ کوئی جا کر اس کے باپ کا حال تو دیکھے کہ گھر میں جوان جوان بیٹیاں بِن بیاہی بیٹھی ہوئی ہیں، اور بوڑھا باپ جس کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ، جس کی بینائی میں دُھندلاہٹ ہے، تپتی ہوئی دھوپ میں کما رہا ہے، بھوکے پیاسے اپنے نوجوان داماد کی خواہشات کو پورا کرنے میں لگا ہوا ہے تاکہ اپنی بیٹی کو باعزت طریقہ سے رخصت کر سکے، اور سسرال، خاندان والوں سے نظریں ملا سکے۔ جب باپ کے

یہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو بڑا خوش ہوتا ہے، اسے اچھی طرح پالتا پوستا ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم دِلاتا ہے، پھر جب وہ خدمت کے قابل ہو جاتی ہے تو اپنے سینے پر پتھر رکھ کر اس کو دوسرے (داماد) کے حوالہ کر دیتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس کو عذاب نہ بنائیں اور ایک باپ جو محبت سے دیتا ہے وہ کسی حد تک جائز ہے، لیکن جب سسرال اور داماد کا مطالبہ ہو تو پھر یہ زیادہ خطرناک ہے کیونکہ کوئی باپ یہ نہیں چاہتا کہ ہم اپنی بیٹی کو بنا کچھ دئے رخصت کر دیں، البتہ جب داماد کا سسرال والوں پر مطالبہ بڑھ جائے کہ مجھے گاڑی (Bike, Car) چاہئے، فلاں بائک چاہئے، جو بیچارے اس بوڑھے باپ کے پاس نہیں ہے وہ داماد کے نخرے برداشت کرتا ہے، پھر یہی باپ قرض لیکر اور گدھے کی طرح کھٹ کر لوگوں سے بھیک مانگ کر جہیز بناتا ہے اور بعض مرتبہ سود بھی لے لیتا ہے، ایسے داماد پر لعنت ہو اس سے بہتر تھا کہ وہ شادی ہی نہ کرے کیونکہ جو باپ لوگوں کے خوف سے جہیز دیتا ہے تو داماد کے لئے وہ حلال نہیں حرام ہونے کا یقین ہے، نہیں تو کم از کم مشتبہ ہونے کا اندیشہ تو ہے ہی۔ (ماخوذ اسلام میں ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟)

کن عورتوں سے نکاح حرام ہے؟

قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخَالٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهَاتُكُمُ الّٰتِيْ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ اَبْنَائِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" (سورۃ النساء:۲۴،۲۳)

ترجمہ: تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، اور تمہاری بہنیں، اور تمہاری پھوپھیاں، اور تمہاری خالائیں، اور بھتیجیاں، اور بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا، اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے بہن ہوئی ہیں، تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو کہ (عادۃً) تمہاری پرورش میں رہتی ہیں، ان بیویوں سے (ہوں) کہ جن سے تم نے صحبت کی ہو، اور اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت نہیں کی ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں، اور تمہارے ان بیٹوں کی بیبیاں جو کہ تمہاری نسل سے ہوں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) رکھو، لیکن جو پہلے ہو چکا اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا بڑا رحم والا ہے۔ (بیان القرآن)

(۱) باپ کی منکوحہ سے نکاح حرام ہے۔

(۲) ماں سے نکاح حرام ہے۔

(۳) بیٹیوں سے نکاح حرام ہے۔

(۴) حقیقی بہن سے نکاح حرام ہے۔

(۵) پھوپھی سے نکاح حرام ہے۔

(۶) خالہ سے نکاح حرام ہے۔

(۷) بھتیجیوں سے نکاح حرام ہے۔

(۸) بھانجیوں سے نکاح حرام ہے۔

(۹) ساس سے نکاح حرام ہے۔

(۱۰) ربیبہ سے نکاح حرام ہے، یعنی جس عورت سے ہمبستری کی یا شہوت کے ساتھ اسے چھوا اور اس کی لڑکی جو کسی دوسرے شوہر سے ہے، اس سے بھی اس مرد کا نکاح حرام ہے۔

(۱۱) بیٹے کی بیوی (بہو) سے نکاح حرام ہے۔

(۱۲) دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح حرام ہے۔

(۱۳) منکوحۃ الغیر سے نکاح حرام ہے (یعنی شوہر والی عورتیں بھی حرام کی گئی ہیں) جب تک کوئی عورت کسی شخص کے نکاح میں ہو تو دوسرا شخص اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔

(۱۴) مزینہ کی بیٹی سے نکاح حرام ہے، یعنی جس عورت سے زِنا کیا یا ناجائز طور پر بوس وکنار کیا ہو تو اس کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے، اسی طرح مزینہ کی ماں کا بھی یہی حکم ہے۔

(۱۵) غیر مسلم عورت سے بھی نکاح حرام ہے، جب تک وہ باقاعدہ طور پر دین اسلام میں داخل نہ ہو جائے، اس وقت تک مسلمان مرد کا اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(۱۶) مرتد سے نکاح حرام ہے۔

(۱۷) خنثیٰ (ہجڑا) کا نکاح مرد وعورت سے جائز نہیں۔

☆☆☆☆☆

فصل سوم

ایک سے زائد بیویاں اسلام کی نظر میں

اس وقت عالم اسلام میں تعدادِ ازدواج کے تصور نے مسلم معاشرہ کو ایسی ایسی غلط فہمیوں کا شکار کر دیا ہے کہ جس کے سوچنے سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، تعدادِ ازدواج انسانی سماج کی ایک فطری اور بنیادی ضرورت ہے، اسی لئے اس کا رواج شروع ہی سے ہر مذہب وملت اور ملک ومعاشرے میں رہا ہے، اسلام نے نکاح کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس پر اُبھارا ہے، اور بعض حالات میں اسے فرض اور لازم قرار دیا ہے۔

حضرت مولانا قاری منصور صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے مفتی محمد طارق مسعود صاحب کی کتاب ''ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت کیوں؟'' کی تقریظ ص ۲۳ ر میں لکھا ہے کہ:

''اگر ایک شادی کرنا اچھی بات ہے تو دو تین چار کرنا یقیناً زیادہ اچھی بات ہے، آپ کہہ سکتے ہیں کہ زیادتی کسی چیز کی بھی اچھی نہیں ہوتی، بالکل درست ہے، اس لئے تو زیادتی پر پابندی لگادی گئی ہے کہ بس زیادہ سے زیادہ چار ہوں۔ ہمت پست ہو تو اور بات ہے ورنہ آپ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں، آپ کا دل نہیں چاہتا اور کرنے کو؟ رہی عورتوں کی بات تو انہیں بہکایا گیا ہے، آزادی اور خودمختاری کے نام پر، ورنہ جو بہکا رہے ہیں کیا ان کے ہاں ایک پر اکتفا ہوتا ہے؟ وہ تو حلال کو بھی حرام کر کے کھاتے ہیں، وہاں بھی ناجائز بچے کی ماں ہی مسئلہ بنتی ہے، ناجائز بچے کا باپ تو

دَندناتا پھرتا ہے۔

ہم حقائق سے نظریں چرائیں تو اور بات ہے، ورنہ بقول بعض عرب علماء ’’جو آدمی چار عورتوں کی کفالت کرسکتا ہو وہ ایک کا سہارا بنے تو تین کا استحصال ہے، ان کا حق مارنا ہے، اور ایک عورت ہی دوسری تین عورتوں کا حق مارنے کا سبب بنتی ہے۔

عدل نہیں، انصاف نہیں، برابری کا حق ادا نہیں ہوسکتا وغیرہ تو ضمنی مسائل ہیں، کیا ایک شادی والے تمام حقوق کا خیال کرتے ہیں؟ عورتوں کے جرائد، ہفتہ وار میگزینوں میں اُلجھن کی سلجھن اور پریشانی کا حل کے ضمن میں ایک ہی شادی والی عورتوں کے مسائل بھرے ہوتے ہیں۔ یوں بھی جن ملکوں میں زیادہ شادیوں کا رواج ہے وہاں کے ازدواجی مسائل کم ہیں، ان ملکوں کی بنسبت جہاں ایک سے زیادہ پر پابندی ہے، کوئی سا بھی عالمی سروے اٹھا کر دیکھ لیں، جنسی تشدد، عورتوں کی مار پیٹ، ان کا بے یارو مددگار پھرنا، کنواری مائیں اور حرامی بچے کن ملکوں کا دردِ سر ہے...... ؟؟؟‘‘

چنانچہ ایک سے زائد شادی کرنا انبیاءؑ وصحابہؓ کی سنت رہی ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزاد اور باندی ملا کر ایک ہزار بیویاں تھیں، حضرت داؤد علیہ السلام کی ۹۹ یا ۱۰۰ بیویاں تھیں، حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی کئی کئی بیویاں رہیں، اور ایک سے زائد بیویاں صرف دین اسلام ہی میں نہیں بلکہ مختلف مذاہب مثلاً یونانیوں، چینیوں، ہندؤوں، باباؤں اور اشوریوں میں بھی اس کا رواج تھا۔

ہندو مذہب کی محترم شخصیت راجا سرتھ کی تین بیویاں تھی، راجاجی اور کرشن جی کی بھی ایک سے زائد بیویاں تھی، شری کرشن جی کی اٹھارہ بیویاں تھی، اور راجا پانڈو کی دو بیویاں تھی، اسی طرح تیرھویں صدی عیسوی کے وسط تک کلیسا اور ریاست نے اسے جائز تسلیم کرتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے، اور تین صدی قبل تک قانونی حیثیت سے اس پر عمل بھی ہوتا رہا ہے، چنانچہ مسیحیت کے اوّلین مبلّغوں نے ایک سے زائد

بیویوں پر تنقیص نہیں کی اور نہ توریت وانجیل میں چند بیویوں پر ممانعت موجود ہے، قدیم یہودیوں کے یہاں اس کا رواج پایا جاتا تھا اور یہودیوں کے بڑے عالم (پنڈت) اسے اپنی روایات کے منافی نہیں خیال کرتے۔

ڈاکٹر محمود عباسی کی تشریح کے مطابق بعض عیسائی فرقے تو تعدادِ ازدواج کو ضروری قرار دیتے تھے، اور ساڑھے چودہ سو صدی قبل یہ عام رواج تھا کہ جو جتنی چاہے بیویاں رکھتا تھا، قربان جایئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپؐ نے ہر چیز کی حدود وقیود بیان کردی ہیں کیوں کہ عہد رسالت میں تین صحابی ایسے ہیں جن کے نکاح میں چار سے زائد بیویاں تھی، اور بھی بہت سے صحابہ تھے لیکن بطور مثال کے یہاں تین کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت غیلان ثقفیؓ کے نکاح میں ۱۰/بیویاں تھی۔

(۲) حضرت حارث بن قیسؓ کے نکاح میں ۸/بیویاں تھی۔

(۳) حضرت نوفل بن معاویہؓ کے نکاح میں ۵/بیویاں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار کو روکنے اور باقی کو چھوڑنے کی ہدایت فرمائی۔

قرآنِ مجید میں ایک سے زائد نکاح کی اجازت

قرآنِ مجید کی چوتھی سورت سورۃ النساء ہے، جس کی تیسری آیت میں ایک سے زیادہ چار تک عورتوں سے نکاح کرنے کی صریح اجازت دی گئی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً" (سورۃ النساء: ۳) جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے تو نکاح کرہی سکتے ہو، اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہیں کرسکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو۔

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی ذکر ہے لیکن شریعت نے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا ہے، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: "اذا كانت عند الرجل

امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامۃ وشقہ ساقط“ (مشکوٰۃ شریف، کتاب النکاح، باب القسم) کہ اگر آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے، تو وہ قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ ایک پہلو جھکا ہوا (یعنی مفلوج) ہوگا۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عدل کو تمام چیزوں میں فوقیت دی گئی ہے، اور عدل نہ کرنے والے تو ایک بیوی پر بھی عدل نہیں کرتے یعنی حقوق ادا نہیں کرتے۔

(۱) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ”لیس الغربۃ من امر الاسلام فی شیئ“ نکاح کے بغیر زندگی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں۔

(۲) علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ کثرت سے نکاح کرنے والے قابل تعریف ہیں۔ (صدالخاطر: ص ۱۹)

(۳) علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ عورتوں سے محبت (یعنی کثرتِ نکاح کا شوق) انسان کے کامل ہونے کی علامت ہے۔

(۴) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس امت میں سب سے زیادہ بہترین بیویاں ہیں، اسی طرح سنت بھی ہے، حدیث میں آتا ہے: ”أربع من سنن المرسلین الحیاء والعطر والسواک والنکاح“ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا چار چیزیں پیغمبروں کی سنت ہے حیاء، عطر، مسواک اور نکاح۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مرد کے اندر عورت کی محبت ڈال دی ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَآبِ“ (آل عمران: ۱۴) ترجمہ: مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لئے مزین کردی گئی ہے، جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشاندار گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی، یہ دنیا کی

زندگی کا سامان ہے اور لوٹنے کا اچھا ٹھکانا تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

مذکورہ آیت میں بتایا گیا ہے کہ مرد و عورت جن جن اشیاء میں رغبت رکھتے ہیں، یہ بات مسلّم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے اور اسی نے ہمیں مختلف صلاحیتیں اور خصوصیات سے نوازا ہے، جن میں سے ہمارے لئے بہت سی صلاحیتیں امتحان ہیں۔

مرد کے اندر اللہ تعالیٰ نے جنسی خواہش رکھی ہے، اور نکاح کے خوبصورت رشتے میں بندھنے کے بعد عورت کو اس کی تکمیل کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”إذا دعا الرجل امرأته الى فراشه، فأبت أن تجيء، لعنتها الملائكة حتى تصبح“ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بُلائے اور وہ آنے سے (ناراضگی کی وجہ سے) انکار کردے، تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔

عورتوں سے رغبت و محبت کو مردوں کے وجود کا اس حد کا حصہ بنا دیا گیا ہے کہ جنت میں ان کے اجر کا حصہ بن جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ“ (الدخان:۵۴) ترجمہ: یہ اسی طرح ہے اور ہم بڑی بڑی آنکھوں الی حوروں سے ان کا نکاح کردیں گے“۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کے اندر جنسی خواہش کے ساتھ ساتھ عورتوں کی رغبت بھی اس کے اندر رکھ دی ہے، لہٰذا اسے جنسی تسکین اور رغبت کے حصول کے لئے تعدد ازدواج کا حلال رستہ بھی بتادیا، جس کو وہ اختیار کرکے ایک پاکیزہ زندگی گزار سکتا ہے۔

تحقیقی مقالوں میں جن کا موضوع فطرتِ نسوانی ہے، کہا گیا ہے کہ مرد اپنی ساخت اور اجزائے ترکیبی کے اعتبار سے عورت سے بہت مختلف ہے۔ ایک مقالے میں ان کی امتیازی خصوصیات یہ بتائی گئی ہیں:

(۱) مرد حیاتیاتی نقطۂ نظر سے خلقی طور پر عورتوں کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے، اور

کھینچنے والی قوت جنسی تسکین کی خواہش ہوتی ہے۔

(۲) مرد دِکھائی دینے والے اجسام کے حسن کے گرویدہ ہوتے ہیں، اس لئے انہیں پانے کے لئے جنسی طور پر بے قرار ہوجاتے ہیں۔

(۳) عورتوں کی نسبت مرد آسانی سے آمادۂ رومان ہوجاتے ہیں، اور فریق مخالف سے ہر قیمت پر وابستہ رہنا چاہتے ہیں۔ اس کی ظاہری وجہ قدرتی کیمیکل ''پی، ای، اے'' (Phenylethylamine) ہے، جو عورتوں کی بہ نسبت مردوں پر زیادہ اثر انداز ہوتا ہے۔

(۴) مردوں میں حیاتیاتی کیمیائی مادہ ''فوطیرون'' (Testosterone) عورتوں کی بہ نسبت ۱۰ سے ۲۰ گنا زیادہ پایا جاتا ہے، جو ان کی جنسی خواہش کو بڑھاتا رہتا ہے۔

(۵) بنابریں مردوں میں ایک سے زائد عورتوں سے تعلق رکھنے کی خواہش ہوتی ہے۔

فاضل محقق اسی مقالے میں آگے چل کر لکھتے ہیں: بلاشبہ مرد اور عورت اپنی حیاتیاتی ساخت یا جذباتی احساسات میں یکساں نہیں ہیں، اور بہت سی تہذیبوں نے ان کے مابین امتیاز کو مزید تقویت دینے کا اہتمام کیا ہے۔ مجموعی طور پر دونوں ایک دوسرے کے فطری اور تکمیلی کردار ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک سے زائد بیویاں

- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴ر نکاح فرمائے۔
- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴ر نکاح فرمائے۔
- حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲ر نکاح فرمائے۔
- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۹ر نکاح فرمائے۔
- حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۹ر نکاح فرمائے۔
- حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲ر نکاح فرمائے۔

o حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۹ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۵ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۸ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۵ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت ابواحمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴ ر نکاح فرمائے۔
o حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲ ر نکاح فرمائے۔

(سیر الصحابہ: مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ)

ایک بیوی پر اکتفاء کرنے والے پر حکمائے زمانہ کے اقوال

(۱) ابن سیناؒ کہتے ہیں کہ جس کی ایک ہی بیوی ہو وہ جوانی میں بوڑھا ہو جاتا ہے، اسے کمر، گردن، ہڈیوں اور جوڑوں کے درد کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے، اس کی مایوسی بڑھ جاتی ہے، محنت کم ہو جاتی ہے، ہنسی اُڑ جاتی ہے اور وہ شکوے شکایت کا گڑھ بن جاتا ہے، یعنی ہر وقت شکوے شکایت ہی کرتا نظر آتا ہے۔

(۲) قاضی ابو مسعودؒ کہتے ہیں کہ جس کی ایک بیوی ہو اس کے لئے لوگوں کے مابین فیصلے کرنا جائز نہیں، یعنی اس کا قاضی بننا درست نہیں (کیوں کہ وہ ہر وقت غصے کی حالت میں ہوگا اور غصے میں فیصلہ کرنا جائز نہیں)۔

(۳) ابن خلدونؒ کہتے ہیں کہ میں نے پچھلی قوموں کی ہلاکت پر غور وفکر کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک ہی بیوی پر قناعت کرنے والے تھے۔

(۴) ابن میسارؒ کہتے ہیں کہ اس شخص کی عبادت اچھی نہیں ہوسکتی کہ جس کی ایک ہی بیوی ہو۔

(۵) عباسی خلیفہ مامون رشیدؒ سے کہا گیا کہ بصرہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کی ایک ہی بیوی ہے، تو مامون رشیدؒ نے کہا کہ وہ مرد نہیں ہیں، مرد تو وہ ہیں کہ جن کی کئی بیویاں ہوں، اور یہ لوگ فطرت اور سنت دونوں کے خلاف چل رہے ہیں۔

(۶) ابن یونسؒ سے کہا گیا کہ یہود ونصاریٰ نے تعددِ ازدواج یعنی ایک سے زائد بیویاں رکھنا کیوں چھوڑ دیا، انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ اللہ عزوجل ذلت اور مسکنت کو ان کا مقدر بنانا چاہتے تھے۔

(۷) ابو معروف کرخیؒ سے سوال ہوا کہ آپ کی ان کے بارے میں کیا رائے ہے جو اپنے آپ کو زاہد سمجھتے ہیں لیکن ایک بیوی رکھنے کے قائل ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ زاہد نہیں بلکہ مجنون ہیں، یہ ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کے زہد کو نہیں پہنچ سکتے۔

(۸) ابن فیاضؒ سے ایسے لوگوں کے بارے میں سوال ہوا کہ جن کی ایک ہی بیوی ہے، تو انہوں نے کہا کہ وہ مردہ ہیں، بس کھاتے پیتے اور سانس لیتے ہیں۔

(۹) والی کرک ابن اسحاقؒ نے پورے شہر میں مال تقسیم کیا لیکن ایک بیوی والوں کو کچھ نہ دیا، جب ان سے وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ اللہ عزوجل نے سفہاء یعنی ذہنی نابالغوں کو مال دینے سے منع کیا ہے (کیوں کہ وہ اسے ضائع کردیتے ہیں)۔

(۱۰) ابن عطاء اللہؒ نے ایک بیوی رکھنے والوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم ان کو بڑا کیسے سمجھ لیں کہ جنھوں نے اپنے بڑوں کی سنت کو چھوڑ دیا یعنی انبیاءؑ اور صحابہؓ کی سنت کو۔

(۱۱) حصریؒ کہتے ہیں کہ جب اللہ نے شادی کا حکم دیا تو اللہ نے دو سے شروع کیا اور کہا کہ وہ دو دو سے کرو، تین تین کرو اور چار چار سے شادیاں کرو، اور ایک کی اجازت ان کو دی جو خوف میں مبتلا ہوں۔

(۱۲) تقی الدین مزنیؒ سمرقند کے فقیہ بنے تو ان کو بتلایا گیا کہ یہاں کچھ لوگ ایک بیوی کے قائل ہیں، تو انہوں نے کہا کہ کیا وہ مسلمان ہیں؟ پھر اہل شہر کو وعظ کیا تو اگلے چاند سے پہلے تین ہزار شادیاں ہوئیں اور شہر میں کوئی کنواری، مطلقہ اور بیوہ نہ رہی۔

مرد کو دوسری بیوی کی ضرورت کیوں؟

مرد و عورت کے درمیان مختلف حیثیتوں سے فرق ہے، مردوں کی جسمانی ساخت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ انہیں جنسی آسودگی کی ضرورت عورتوں سے زیادہ پیش آتی ہے، جسمانی توانائی اور صحت و تندرستی کے لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہوتی ہے، عورتوں کے ساتھ حیض، نفاس، حمل، ولادت، زچگی اور رضاعت جیسے اعذار لگے ہوئے ہیں، جن میں انہیں صحت مند سے زیادہ مریض کہا جا سکتا ہے، مرد ان تمام زمانوں میں عوارض سے پاک ہے، ان حالات میں عورت کو نہ جنسی رغبت ہوتی ہے نہ وہ مرد کے جنسی تقاضوں کا ساتھ دے سکتی ہے، انسان کی طبیعتیں اور صلاحیتیں مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں، اسی طرح جنسی خواہش بھی سب میں ایک درجے کی نہیں ہوتی، اب اگر کسی مرد کی جنسی خواہش معمول سے زیادہ ہو اور اس کی بیوی مذکورہ اعذار میں سے کسی عذر میں مبتلا ہو، جس میں وہ مرد کی جنسی تسکین کے قابل نہ ہو، اور ان ایام میں مرد کو جنسی ملاپ کی شدید رغبت ہو تو وہ کیا کرے؟

کیوں کہ عورتوں کے ساتھ ماہ واری کی نوبت ہر ماہ پیش آتی ہے اور تین دنوں سے

لے کر دس دنوں تک اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے، حیض ونفاس کی حالت میں شرعی لحاظ سے توصحبت ممنوع ہے ہی، طبعی نقطۂ نظر سے بھی یہ زوجین کی صحت کے لئے مضر ہے، اور ہر سلیم الطبع انسان اس سے کراہت محسوس کرتا ہے، حمل کی حالت میں جماع بچہ اور زچہ دونوں کے لئے نقصان دہ ہے، خصوصاً حمل کے اخیر ایام میں صحبت سے پرہیز کرنا ضروری ہے، ولادت کے بعد بھی ایک طویل عرصہ تک عورت صحبت کے قابل نہیں رہتی، ان حالات میں ایک ایسا انسان جس کے اندر حیوانیت اور شہوت کا مادہ زیادہ ہو اور وہ اپنے صنفی جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے، اسے دوسری شادی کی قانونی اجازت ملنی چاہئے تا کہ وہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر شریفانہ طریقہ پر اپنی جنسی پیاس بجھائے، ورنہ وہ چوری چھپے آشنائی کرے گا اور پورے معاشرہ کے لئے ناسور بن جائے گا۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زَنانہ عوارض، حیض، نفاس، حمل، ولادت، رضاعت وغیرہ عورت کے نظام جسمانی پر بُرا اثر ڈالتے ہیں، جس سے اس کے جنسی جذبات کمزور پڑ جاتے ہیں اور وہ سن ایاس کو پہنچ جاتی ہے، ان سب کی وجہ سے قبل از وقت بڑھاپے کی منزل میں قدم رکھ دیتی ہے، عام طور پر وہ پینتالیس پچاس سال کے بعد ولادت کے قابل نہیں رہتی جبکہ مرد دیر تک جوان رہتا ہے، اور تقریباً اسّی سال کی عمر تک اس کی تولیدی صلاحیت برقرار رہتی ہے، اس بنا پر اسے دوسری شادی کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

اسی طرح بیوی کے دائم المرض اور بانجھ ہونے کی صورت میں بھی دوسری شادی مرد کی ایک شخصی ضرورت بن جاتی ہے، کیوں کہ نکاح کا سب سے بڑا مقصد عفت وعصمت کی حفاظت اور اولاد کا حصول ہے، اور مذکورہ بالا صورتوں میں یہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے، اس لئے یہ حالات بھی مرد کے لئے تعدادِ ازدواج کی ضرورت پیدا کرتے ہیں۔

عورتوں کی بڑھتی ہوئی تعداد

شرح پیدائش کے اعتبار سے عورتوں اور مردوں کی تعداد برابر ہوتی ہے، لیکن روزمرّہ

کے حادثات میں زیادہ تر مرد ہی مارے جاتے ہیں، مثلاً سڑک کے حادثہ، ہوائی حادثہ، کارخانوں کے حادثے، فیکٹریوں کے حادثے میں زیادہ تر مرد ہی مارے جاتے ہیں، ابھی چندروز پہلے کی بات ہے کہ ٹاٹا اسٹیل (Tata Compny) میں ایک اسٹاف کام کررہا تھا، پانی کی لہر کی طرح پائپ لائن میں آگ گزررہی تھی، اور اس میں گر کر چند ہی منٹوں میں جل بھن کر خاک ہوگیا، چند ہڈیاں دستیاب ہوئیں، اسی طرح چندروز پہلے کی بات ہے کہ میرے استاذِ محترم حضرت مولانا مفتی محتشم صاحب کے برادرِ معظم کرنٹ لگنے کی وجہ سے مالک حقیقی کو جا ملے (اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے)، اس طرح کی پتہ نہیں کتنی اموات ہوتی رہتی ہیں، ان موتوں میں عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہیں اور مرد کی تعداد گھٹ جاتی ہے، جس کی وجہ سے تعدادِ ازدواج معاشرہ کی بنیادی ضرورت ہے۔

ہر سماج میں بیوہ، مطلقہ، غریب، یتیم، بدصورت، بے سہارا اور نادار عورتوں کی ایک تعداد ہوتی ہے جن کی معاشی کفالت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا، اگر ان کی شادی کا کوئی نظم نہیں ہوتو ان کے صنفی تقاضے کیسے پورے ہوں گے؟ پھر تو اس کا شدید خطرہ ہے کہ وہ بے راہ روی کا شکار ہوجائیں، مردوں کی ہوس ناکی کا نشانہ بنیں اور سماج میں فحش کاری اور بے حیائی کی وبا پھوٹ پڑے، ایسی عورتوں کے لئے غیر شادی شدہ مردوں کا ملنا دشوار ہوتا ہے، کیوں کہ پہلے شادی کرنے والوں کی نظر میں حسن و جمال اور دولت وثروت ہوتی ہے لیکن دوسری شادی کی وقت عموماً سماجی مصالح اور گھریلو ضروریات پیشِ نظر ہوتی ہیں اب جو شادی شدہ مرد از راہ ہمدردی یا اپنی نجی ضرورت کی خاطر اس سماجی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں وہ بڑے محسن ہیں، اور سماج کی طرف سے ہمت افزائی اور انعام واکرام کے مستحق ہیں، کہ محض خیر خواہی اور سماجی خدمت کے جذبہ سے نئی ازدواجی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے سر اٹھا رہے ہیں۔
ظاہر ہے کہ تعداد کی یہ صورت بھی عورتوں کے مفاد کے لئے ہیں کہ اس طرح انہیں

شوہر گھر بار اور دیگر ازدواجی حقوق ملیں گے اور سماج میں عزت کا مقام حاصل ہوگا۔

اسی طرح عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہونے کی صورت میں جو اس وقت ہماری دنیا کی عمومی حالت ہے، خود عورتوں کی ضرورت اس کی متقاضی ہے کہ مردوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی جائے، ورنہ عورتوں کی تعداد جو مردوں سے زیادہ ہے ان کی شادی کا مسئلہ کیسے حل ہوگا، اور ان کے فطری تقاضے کیوں کر پورے ہوں گے؟ ہر حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے حدود میں بسنے والے تمام انسانوں کی بنیادی ضرورتیں پوری کرے، جس طرح روٹی کپڑا اور مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اسی طرح شادی اور جنسی خواہش کی تسکین بھی بنیادی ضرورت میں داخل ہیں۔

اگر تعدادِ ازدواج کی اجازت نہ ہو تو وہ عورتیں گھر والی اور شوہر والی نہیں بن سکیں گی، اور سماج میں انہیں عزّت کا مقام نہیں مل سکے گا بلکہ وہ داشتہ بن کر رہیں گی، اور ان کا جنسی استحصال ہوگا، اور ان تمام حقوق سے زندگی بھر محروم رہیں گی، جو نکاح کی صورت میں ازروئے قانون انہیں حاصل ہوتے ہیں، اور ناجائز صنفی تعلق کے نتیجہ میں جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی، اور تمام پدری حقوق سے محروم رہے گی، ان تمام صورتوں میں تعدادِ ازدواج کا قانون مردوں سے زیادہ عورتوں کے حق میں مفید ہے، اور اس میں ان کے مستقبل و مفاد کا تحفظ ہے۔

اسی بنا پر ہر زمانے، ہر معاشرے اور مذہب و ملت میں اس کا رواج رہا ہے اور موجودہ حالات نے عالمی سطح پر اس کی ضرورت پیدا کر دی ہے، لہٰذا فرد اور سماج کو پاکیزہ رکھنے اور اخلاقی گندگی و جنسی آلودگی سے بچانے کے لئے اسے قانونی جواز عطا کرنا ضروری ہے، مغربی مفکرین میں پہلے بھی کچھ انصاف پسند اور سنجیدہ لوگ چند زوجگی کے حامی تھے اور اسے انسانی فطرت سے زیادہ قریب تصور کرتے تھے۔ اب تک زوجگی کی مکمل ناکامی اور بُرے نتائج کے سامنے آنے کے بعد اہل علم کا ایک بڑا

طبقہ اس کی ضرورت کا اعتراف کر رہا ہے، اور اسے اپنے مرض کے لئے تریاق سمجھ رہا ہے نیز اسے قانون نافذ کئے جانے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر قانونی تعدادِ ازدواج کو تسلیم نہ کیا جائے، تو غیر قانونی تعداد کو گوارہ کرنا پڑے گا جیسا کہ مغربی ملکوں میں ہوا، مغربی مفکر میکس نارڈن (Mex Nardon) اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''یک زوجگی کے قانون نافذ ہونے کے باوجود متمدن ممالک میں مرد تعددِ ازدواج ہی کی حالت میں رہتا ہے، ایک لاکھ آدمیوں میں سے مشکل سے ایک آدمی ہوگا، جو بسترِ مرگ پر یہ کہہ سکے کہ وہ اپنی پوری زندگی میں ایک عورت کے سوا کسی سے آشنا نہیں ہوا ہے'' (Conventional Lies of Civiliztion. P. 301)

وحدتِ ازدواج اور تعددِ ازدواج کے درمیان مقابلہ نہیں

یاد رکھئے! مقابلہ قانونی وغیر قانونی تعددِ ازدواج کے درمیان ہے، اگر قانونی تعدد کو اختیار نہیں کرتے تو غیر قانونی تعدد کو لازماً گوارہ کرنا ہوگا، جس کے نقصانات قانونی تعدد کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں۔ ترکی جو مسلم اکثریت کا ملک ہے اس نے ۱۹۲۶ء میں اسلام کے اس قانون کے خلاف ایک شہری قانون نافذ کیا جس کی رو سے تعددِ ازدواج ناجائز قرار پایا، لیکن آٹھ سال ہی گذر پائے تھے کہ ناجائز ولادتوں، خفیہ غیر قانونی داشتاؤں وخفیہ طور پر قتل کئے گئے بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے، حکومت کے اربابِ حل وعقد کو اس قانون پر نظرِ ثانی کرنے پر مجبور کردیا۔ (ماذا عن المرأۃ:۱۵۱)

تعددِ ازدواج کی مشروط اسلامی اجازت سے معاشرہ کے چند ہی افراد فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لئے کہ اس کے ساتھ بہت سی اخلاقی اور قانونی ذمہ داریاں لگی ہوئی ہیں، لیکن بے ضابطہ اور غیر قانونی تعدد میں (جس کا رواج تعدد کے ممنوع ہونے کی صورت میں ناگزیر ہے) معاشرہ کے تقریباً سو فیصد افراد ملوث ہوتے ہیں جیسا کہ خود

اہل مغرب کو اس کا اعتراف ہے، اس لئے کہ اس کے ساتھ کوئی قانونی بندش اور اخلاقی ذمہ داریاں عائد نہیں ہوتی ہے، اسلامی چندزوجگی مرد کو اس کا پابند بناتی ہے کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے، تو ان کی اور ان کے بچوں کی معاشی کفالت کا بیڑا اُٹھائے، اور مغرب کی غیر قانونی چندزوجگی مرد کو اس کی کھلی آزادی دیتی ہے کہ وہ چاہے تو بے شمار عورتوں سے لطف اندوز ہو، لیکن ان کی اور ان کے بچوں کی کوئی قانونی ذمہ داری قبول نہ کرے۔

اب ٹھنڈے دل سے غور کر کے خود فیصلہ کرلیا جائے کہ کون سا قانون عدل وانصاف پر مبنی ہے اور کون سا ظلم واستحصال پر، کس قانون میں عورتوں اور بچوں کے مفاد کا تحفظ ہے اور کس میں ان کے حقوق کا ضیاع، کون سا نظام انہیں نکاح کے ثمرات وبرکات سے ہم کنار کر کے سماج میں باعزت مقام دِلاتا ہے، اور کون سا نظام انہیں مردوں کے ظلم وہوس اور ان کی چیرہ دستیوں کا نشانہ بننے اور گناہ ومعصیت کا پیکر بن کر ذلت کی زندگی گذارنے پر مجبور کرتا ہے۔

اسلام میں تعددِ ازدواج کی محدود اجازت کچھ شرائط اور قانونی پابندیوں کے ساتھ ہے اور فرد وسماج کی واقعی ضرورتوں کے پیش نظر ہے، اس لئے اس سے فائدہ اٹھانے والے افراد معدودے چند ہوتے ہیں، سرکاری اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں میں ایسے افراد کی تعداد ایک فیصد سے بھی کم ہے یعنی فی ہزار ۹۔ (دیکھئے الفرقان لکھنؤ ۰ ۴ رشمارہ ۹)

کم وبیش یہی تناسب دوسرے مسلم معاشروں اور ملکوں میں بھی ہے، اب اگر بہت سے شخصی واجتماعی فائدوں کے ساتھ اس کے کچھ نقصانات ہیں تو وہ معمولی قسم کے ہیں، اور ہزار میں سے ۹ /افراد یا ہزار خاندانوں میں سے صرف ۹ /خاندان تک محدود ہیں، اس کے برخلاف اس پر پابندی عائد کردینے سے جنسی جرائم کا جولاوا پھوٹتا

ہے، وہ زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کرتا ہے، اور پوری سوسائٹی کو تہ وبالا کردیتا ہے، اس لئے یک زوجگی کے مضر اثرات ونقصانات چند زوجگی کے ہلکے ومعمولی نقصانات سے بدر جہا زیادہ ہیں، اور سب سے عظیم فائدہ یہ ہے کہ انتہائی نازک حالات میں بھی وہ فرد وسماج کو جنسی برائی وفحش کاری کی نحوست سے پاک رکھتا ہے، اس لئے وہ اس قابل ہے کہ اسے باقی رکھا جائے، اور مختلف شخصی واجتماعی مصالح کے پیش نظر اسے قانونی جواز عطا کیا جائے۔

پھر یہ کہ اسلام میں ایک سے زیادہ نکاح کے لئے عورت کی رضامندی شرط ہے، اگر کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد سے شادی کرنے کے لئے تیار نہ ہوتو اس کے لئے شادی کرنا ممکن نہ ہوگا، شادی کی صحت کے لئے دونوں فریق کی رضامندی شرط ہے، اسلام میں جب باپ کا کرایا ہوا نکاح لڑکی کے رَد کردینے سے رَد ہوسکتا ہے، توکسی دوسرے مرد کے لئے یہ کیسے ممکن ہوگا کہ کسی عورت سے اس کی مرضی کے بغیر شادی کرلے، اور عورتوں کو جب معاشرہ میں غیر شادی شدہ مرد نہ ملیں تو داشتہ بن کر رہنے، جسم فروشی کرنے اور معصیت کی زندگی گذارنے سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کر کے باعزت زندگی گذاریں، پس اسلام کا یہ قانون عورت کے حق میں ہے نہ کہ ان کے خلاف۔

تعددِ ازدواج میں عدل لازم ہے

حدیث میں آتا ہے کہ اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ دونوں کے درمیان عدل نہ کرے، تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا، چنانچہ اگر کوئی شخص عدل نہیں کرتا تو اس کے لئے جائز نہیں کہ ایک سے زائد نکاح کرے، اور اگر کوئی شوہر زیادتی کا مرتکب ہو اور بیویوں کے درمیان غیر منصفانہ سلوک کرے تو عورت کو اس کے خلاف عدالت سے چارہ جوئی کا حق حاصل ہے۔

پس شریعت کی یہ اجازت ایسے افراد کے لئے ہے جن کی طبیعت میں حزم واحتیاط ہو، عدل وانصاف اور ورع وتقویٰ ہو، جو ایسی مضبوط قوتِ ارادی کے مالک ہوں، جو کسی بیوی کی حق تلفی اور اس پر زیادتی کرنے سے پرہیز کریں، جنہیں اللہ کی نگرانی اور آخرت کے مواخذہ کا ہر وقت احساس ہو، اسی کے ساتھ ان کی معاشی حالت نئے رشتہ کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی اجازت دیتی ہو، تو ظاہر ہے کہ ایسی پاکیزہ سیرت کے حامل افراد سے معاشرہ کو جو اولاد ملے گی وہ بھی ان پاکیزہ صفات کی حامل ہوگی، اور ایسے افراد کا وجود ہر معاشرہ کے لئے رحمت وہر انسانی سماج کو ایسے صالح افراد کی ضرورت ہے، اس لئے ایسے افراد کا تعددِ ازدواج کے لئے قدم اٹھانا سماج پر احسانِ عظیم ہے۔

جو لوگ تعددِ ازدواج کی بنیادی شرط پوری کئے بغیر محض عیاشی، شہوت رانی یا پہلی بیوی کو پریشان کرنے کی غرض سے چند شادیاں کرنا چاہتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے اسلامی شریعت کی رو سے قطعاً اس کی اجازت نہیں ہے اور ایسا نکاح شرعاً حرام ہے، یہ قانون کا نقص نہیں، اس کا غلط استعمال ہے، اور کسی بھی اچھے سے اچھے قانون کے غلط استعمال سے معاشرتی پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں، اس کی ذمہ داری کسی طرح شریعت پر عائد نہیں ہوسکتی، بلکہ مسلم سماج کی ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کی اصلاح حال کی کوشش کریں۔

بہرحال چونکہ تعددِ ازدواج کے قانون کے ساتھ بہت سی ضرورتیں اور انفرادی واجتماعی مصالح وابستہ ہیں، اس لئے اسلام نے اس کی اجازت دی ہے، بعض پہلوؤں سے اس کے کچھ نقصانات بھی ہیں لیکن وہ یک زوجگی کے نقصانات کے مقابلہ میں بہت ہلکے ہیں، اس لئے بڑے مصالح کے پیش نظر انہیں گوارہ کیا جائے گا، کسی چیز کے چھوڑنے کے لئے یہ کافی نہیں کہ اس میں نقصانات ہیں، نہ کسی چیز کے اختیار کرنے

کے لئے اس میں محض کچھ فوائد کا پایا جانا کافی ہے، بلکہ ایسی صورت میں نفع ونقصان کا موازنہ کیا جائے گا، اگر مضرت کا پہلو غالب ہوگا تو اسے ترک کیا جائے اور منفعت کا غلبہ ہوگا تو اسے اختیار کیا جائے، قرآنِ کریم کی صراحت کی رو سے شراب وجوئے میں بھی کچھ منافع ہیں (البقرہ) مگر اس کے باوجود قرآن نے انہیں حرام قرار دیا، اور جہاد وقتال میں خوں ریزی، بدامنی اور جان ومال کا ضیاع ہے لیکن بلند مقاصد کی خاطر اسے فرض قرار دیا گیا، اسی طرح یک زوجگی کے کچھ فوائد اور چند زوجگی کے کچھ نقصانات ہیں، لیکن چند زوجگی کو ممنوع اور یک زوجگی کو لازم قرار دینے کی صورت میں جو مضرات ونقصانات ہیں وہ بہر حال ناقابل برداشت ہیں، کیوں کہ اس صورت میں فسق وفجور، جنسی انارکی وفحش کاری کی وبا پھوٹ پڑتی ہے، جو فرد، قوم، ملک اور سماج سب کے لئے تباہ کن ہے، اس لئے اسلام اسے کسی قیمت پر گوارہ نہیں کرسکتا، اور چند زوجگی میں اخلاقی اقدار، عفت وعصمت کی حفاظت، مصالح عامہ کی رعایت اور ملک وسماج کی اجتماعی مشکلات کا حل ہے، اس لئے وہ قابل ترجیح ہے۔ (تعددِ ازدواج)

☆☆☆☆☆

فصل چہارم
خاندانی منصوبہ بندی
Family Planning

خاندانی منصوبہ بندی کا سوال دنیا کے اکثر ممالک میں وقتاً فوقتاً اٹھتا رہا ہے، اور آج کل یہ سوال برصغیر میں بھی اٹھایا جارہا ہے۔

فیملی پلاننگ کی ابتدا و آغاز

اس تحریک کی ابتدا اٹھارویں صدی عیسوی کے آخر میں یورپ میں ہوئی، اس کا بانی مشہور انگریز ماہر معاشیات و پادری زیوینڈ تھامس آرمالتھس تھا، اس نے ایک مقالہ ''بعنوان آبادی کے ضوابط'' شائع کیا، اس کے بعد فرنس پلاس نے فرانس میں بڑھتی ہوئی نسل کو روکنے پر زور دیا، اس کی تائید میں امریکہ کے ڈاکٹر چارلیس نولٹن نے ۱۸۳۲ء کو اپنے مقالہ ثمرات فلسفہ کے ذریعہ آواز بلند کی، اور اس مقالہ کے اندر طبعی طریقوں کی تشریح کی گئی اور ان کے فوائد کو بیان کیا گیا۔

اہل مغرب ابتدا میں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، لیکن ۱۸۷۶ء کو ثمرات فلسفہ نامی مقالہ کو انگلستان میں شائع کیا گیا تو حکومت نے اس پر مقدمہ چلا دیا، جس سے عوام اس کی طرف متوجہ ہونے لگی، بعد میں ڈاکٹر ریڈیل کی زیر صدارت ایک انجمن قائم ہوئی، اور ڈاکٹر صاحب نے فیملی پلاننگ کی تائید میں نشر و اشاعت شروع کردی۔ دو سال کے بعد یہ مقالہ قانون آبادی میں بھی شائع ہوا، جس کی وجہ سے

یورپ کے اندر جگہ جگہ انجمن قائم ہونے لگی، اور تحریر وتقریر کے ذریعہ لوگوں کو ان کے فوائد بتائے جانے لگے، اور اس کے لئے دوائیاں ایجاد کی گئی، آلات بنائے گئے، اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک اب عام رواج ہو چلا ہے۔ (اسلام اور ضبط ولادت، ابوالاعلیٰ مودودی: ۱۳ / ۱۰)

برصغیر کے اندر بیسویں صدی کے ربع سے یہ تحریک زور پکڑ رہی ہے، ان ملکوں کے اندر بھی انجمنیں قائم کی گئی، لوگوں کے درمیان عملی طریقوں اور معلومات کو فراہم کیا گیا، لندن کے برتھ کنٹرول انٹرنیشنل انفارمیشن سینٹر کے ڈاکٹر مشر ایڈتھ ہومارڈن نے اس تحریک کی نشر واشاعت کے لئے یہاں کا دورہ کیا۔ (اسلام اور ضبط ولادت ابوالاعلیٰ مودودی: ص ۱۱)

۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے کمشنر ڈاکٹر ہٹن نے اپنی رپورٹ میں ہندوستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کو خطرناک ظاہر کر کے فیملی پلاننگ پر زور دیا، کونسل آف اسٹیٹ کے ایک ممبر نے حکومت کو آبادی کی افزائش کو روکنے کے لئے عملی تدابیر اختیار کرنے کی توجہ دِلائی، حکومت نے اس کو رَد کر دیا، لیکن لکھنؤ کے اندر عورتوں کی آل انڈیا انجمن نے اس کی حمایت کی اور ایک قرار داد پاس کر دی، اس کے بعد کراچی ممبئی کی مجالس بلدیہ میں اس کی عملی تعلیم رائج کرنے پر بحث کی گئی، میسور، مدراس اور بعض مقامات پر اس کے لئے کلینک کھلوائے گئے، اس طرح یہ تحریک ہندوستان کے اندر بھی پھیلنی شروع ہوگئی۔

جدید تہذیب وتمدن والے یورپ میں جب مشین ایجاد ہوئی اور کارخانے کثرت سے قائم ہوئے، تو دیہات سے لوگ کارخانوں کی طرف آنے لگے، عظیم الشان شہر وجود میں آیا، اور لاکھوں آدمی ایک محدود جگہ مجتمع ہوگئے، شروع شروع میں یورپ کے اندر ترقی ہوئی، بعد میں اَن گنت معاشی مشکلات جنم لینے لگی، مثال کے طور پر قیمتیں اتنی بڑھ گئی کہ باپوں کے لئے اولاد اور شوہروں کے لئے بیویوں تک کی

پرورش نا قابل برداشت ہوگئی، ہر شخص مجبور ہوگیا کہ اب کیا کیا جائے؟۔

عورتیں معاشی استقلال کی وجہ سے مجبور ہو کر کمانے لگی اور حفاظت خود کرنے لگی، اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کی جو فطری تقسیم کی تھی وہ برباد ہوگئی، اور تمام لوگ مل جل کر کام کرنے لگے، جس کی وجہ سے عورتوں کے سامنے مشکلات کا پہاڑ ٹوٹ پڑا کہ وہ اب کیا کریں، افزائش نسل اور پرورشِ اطفال کا فریضہ انجام دیں یا معاشی مشکلات کی وجہ سے جو گھر سے باہر کام کرنے لگی ہیں اس کو ادا کریں، غرض ان اسباب کی وجہ سے عورتیں جو کہ فطری طور پر ماں بننے کے لئے وجود میں لائی گئی ہیں، ماں بننے سے اعراض کرنے لگی۔

دورِ حاضر میں جدید تہذیب وتمدن کی وجہ سے لوگ انتہائی درجہ کے خود غرض بن گئے، اور یہ ناپسند کرنے لگے کہ ان کے رزق میں سے کوئی دوسرا حصہ لے، امیروں اور دولت مندوں نے نفس پرستی کے لئے عیش وعشرت کے بے شمار طریقے اور سامان ایجاد کردئے، جن کو دیکھ کر اوسط اور ادنیٰ درجہ کے لوگ بھی ان کو چاہنے لگے، عورتوں کی ذہنیت کو غیر اسلامی تعلیم آزادی اور مردوں کے ساتھ آزادانہ اختلاط نے ایک نئی ذہنیت عطا کردی، جس کی وجہ سے وہ گھر کا کام کرنا اور بچوں کی پرورش کرنا، سب سے گھناؤنا اور کمتر کام تصور کرنے لگی، اس کو انجام دینے سے جی چُرانے لگی، اسی کا اثر ہے کہ آج عورتیں مردوں کے لئے جاذبِ نظر بننے کے لئے وہ نرم ونازک، حسین وجواں بنے رہنا چاہتی ہیں، اور بیرون خانہ کا لطف اُٹھانا چاہتی ہیں۔

ان مقاصد کے تحت وہ زہریلی دوائیں کھا کر جان تک دے سکتی ہیں، مگر بچے کو جنم دیکر صحت خراب کرنا پسند نہیں کرتی، اس دور میں ہر بالغ مرد وعورت بِلا کسی روک ٹوک کے ایک دوسرے کے لئے بغیر کسی ذہنی تحفظ کے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں، اور اس کی وجہ سے فطرت نے جو ذمہ داری عائد کی ہے ان سے بَری ہونا چاہتے ہیں،

اور یہ بھیانک قدم اٹھاتے ہیں۔

اسلام میں فیملی پلاننگ کا حکم

ہمارا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ تمام چیزوں کا رازق اللہ تعالیٰ ہے۔اللہ رب العزت نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَاتَقۡتُلُوۡا اَوۡلَادَكُمۡ مِّنۡ اِمۡلَاقٍ نَّحۡنُ نَرۡزُقُكُمۡ وَاِيَّاهُمۡ (سورۃ الانعام: ۱۵۱)
ترجمہ:اور اپنی اولاد کو مفلسی کے باعث قتل نہ کرو،ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے۔

وَلَاتَقۡتُلُوۡا اَوۡلَادَكُمۡ خَشۡيَةَ اِمۡلَاقٍ نَحۡنُ نَرۡزُقُهُمۡ وَاِيَّاكُمۡ (سورۃ الاسرا: ۳۱)
ترجمہ:اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے، ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی۔

لَانَسۡأَلُكَ رِزۡقاً نَّحۡنُ نَرۡزُقُكَ (سورہ طہٰ: ۱۳۲) ترجمہ: ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے ہم تجھے روزی دیں گے۔

وَمَامِنۡ دَابَّةٍ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا (سورۃ الھود: ٦) ترجمہ: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ دَابَّةٍ لَّا تَحۡمِلُ رِزۡقَهَا اَللّٰهُ يَرۡزُقُهَا وَاِيَّاكُمۡ (سورۃ العنکبوت: ٦٠)
ترجمہ: اور زمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں کہ اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے، اللہ روزی دیتا ہے انہیں اور تمہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لَوۡاَنَّكُمۡ تَتَوَكَّلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمۡ كَمَايَرۡزُقُ الطَّيۡرَ تَغۡدُوۡ خِمَاصاً وَتَرُوۡحُ بِطَاناً“ (شرح السنۃ: ۱/ ۴۴۰، مشکوۃ شریف: ۴۵۳) ترجمہ: اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جو اس پر توکل کا حق ہے تو وہ تمہیں یوں رزق دے گا جیسے پرندوں کو رزق دیتا ہے، وہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو

پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

ان فرامین کے پیش نظر یہ بات واضح ہے کہ رزق اور روزی کی وجہ سے خاندانی منصوبہ بندی اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر عدم اعتماد کے مترادف ہے، شرعاً یہ سوچ بڑی ناقص ہے کہ تھوڑے انسان ہونگے تو انہیں رزق زیادہ ملے گا، کیوں کہ رزق کا قبض وبسط بندے کے ہاتھ میں نہیں ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: "اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ" (سورۃ الرعد:۲۶) ترجمہ: اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہے رزق کشادہ اور تنگ کرتا ہے۔ نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے: "وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ بَّصِيْرٌ" (سورۃ الشوریٰ:۲۷) ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کا رزق وسیع کر دیتا تو ضرور زمین میں فساد پھیلاتے لیکن وہ اندازے سے اتارتا ہے جتنا چاہے، بے شک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے انہیں دیکھتا ہے۔

چنانچہ ان تمام آیات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا رزق لکھ دیا ہے، اور جب تک بندہ اپنے مقدر کا رزق نہ کھالے تب تک اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھتے ہیں، البتہ اگر کوئی یہ سوچ کر بچے کو دنیا ہی میں نہ آنے دے کہ بچے کو کیسے کھلائیں گے اور اس کی اچھی پرورش کیسے کریں گے، تو یہ سراسر حماقت پر مبنی ہے۔

فیملی پلاننگ کے نقصانات

توالد وتناسل کا معاملہ چونکہ براہِ راست انسان کے جسم اور نفس سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے ہمیں ضبط ولادت کے اثرات جو نفس اور جسم پر مرتب ہوتے ہیں اس کی تحقیق کرنی چاہئے، نر و مادہ دو الگ الگ صنفیں بنانے سے فطرت کا اصل مقصد ہی توالد وتناسل اور بقائے نوع انسانی ہے، اور عارضی طور پر منع حمل سے جو اثرات جسم ونفس پر مرتب ہوتے ہیں، اس کا اندازہ ڈاکٹر میری شارلیپ کے ان الفاظ سے ہوتا

ہے کہ ''ضبط ولادت کے طریقہ خواہ فرج سے ہوں، یا جراثیم کش دوائیں، یا ربر کی ٹوپیاں اور لفافے (کنڈوم) یا دوسرے طریقے، بہر حال ان کے استعمال سے کوئی فوری نمایاں نقصان تو نہیں ہوتا ہے، لیکن ایک عرصہ تک ان کو استعمال کرتے رہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اَدھیڑ عمر تک پہنچتے پہنچتے عورت میں عصبی ناہمواری پیدا ہوجاتی ہے۔ پژمردگی، شگفتگی کا فقدان، افسردہ دِلی، طبیعت کا چڑ چڑا پن اور استعمال پذیری غمگین خیالات کا ہجوم، بےخوابی، دل ودماغ کی کمزوری، دورانِ خون کی کمی، ہاتھ پاؤں کا سن ہوجانا، ایامِ ماہ واری (حیض) کی بےقیدگی، یہ ان طریقوں کے لازمی اثرات ہیں۔ (اسلام اور ضبط ولادت، ابوالاعلیٰ مودودی: ص ۹۷)

اسی طرح اسقاطِ حمل عورت کی صحت اور اس کے نظام اعصاب کے لئے مہلک ہے، ڈاکٹر فریڈرک ڈاسک نے کہا جب حمل کو اس کی تکمیل سے پہلے ہی خارج کر دیا جاتا ہے، جسے اصطلاح میں اسقاطِ حمل کہا جاتا ہے، تو نسل انسانی کو تین طرح کے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں:

پہلا: انسانوں کی ایک نامعلوم تعداد کو دنیا میں قدم رکھنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا جاتا ہے۔

دوسرا: اسقاطِ حمل کے ساتھ ساتھ ماؤں کی بڑی تعداد لقمہ اجل ہوجاتی ہے۔

تیسرا: اسقاطِ حمل کی وجہ سے بہت بڑی تعداد میں ایسے مریضانہ اثرات مرتب ہوتے ہیں، جو آئندہ تولید کے امکانات کو بُری طرح مجروح کر دیتے ہیں۔ (اسلام اور ضبط ولادت، ابوالاعلیٰ مودودی: ص ۷۱)

اسی طرح گولیوں اور انجکشنوں کے ذریعہ عارضی منع حمل کرنے سے صحت پر منفی اثرات بھی پڑتے ہیں (جن کو سائڈ ایفکٹ کہا جاتا ہے) اس طرح عورت کو اللہ کے خوف کے علاوہ دو چیزیں اخلاق کے بلند معیار پر قائم رکھتی ہیں۔ ایک فطری حیا،

دوسرے یہ خوف کہ حرامی بچہ کی پیدائش ان کو معاشرہ میں ذلیل کردے گی۔

پہلی چیز تو جدید تہذیب، رقص، نائٹ کلب، شراب نوشی، محفلوں میں مردوں کے ساتھ آزادانہ شرکت نے بڑی حد تک دور کردی ہے۔ رہا حرامی اولاد کی پیدائش کا خوف، تو ضبط ولادت سے یہ بھی ختم ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے معاشرہ میں زِنا اور امراضِ خبیثہ کی کثرت ہوگئی۔

فیملی پلاننگ عقیدہ کے اعتبار سے تو غلط ہے ہی بلکہ طبعی، جسمانی اور سائنسی اعتبار سے بھی نقصان دہ ہے، اور یہ معاشرہ اور اخلاق پر بھی بُرا اثر ڈالتا ہے، اس تحریک کے رواج سے عام نسلوں اور قوموں کو بحیثیت مجموعی نسلی وقومی نقصان ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں حسنِ عمل کی توفیق دے۔

بچے سراپا رحمت وبرکت ہوتے ہیں

(۱) بچے والدین کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔
(۲) بچے گھر وخاندان کی حقیقی رونق ہیں۔
(۳) خاندانی رشتوں کے امین وصادق ہیں۔
(۴) بچے جنت کے پھول ہیں۔
(۵) بچے حیاتِ دنیا کی زینت وآرائش ہیں۔
(۶) بچے روئے زمین کے قیمتی سرمایہ ہیں۔
(۷) بچے بچپن میں گھر محلے اور بستی کی زینت ہیں۔
(۸) بچے مدرسہ کی رونق ہیں۔
(۹) بچے اللہ تعالیٰ کا انمول تحفہ ہیں۔
(۱۰) بچے گھر وخاندان کے لئے مسرت وشادمانی کے گہوارے ہیں۔
(۱۱) بچے سماج وملک اور انسانیت کے لئے روشنی واجالا ہیں۔

(۱۲) بچے سے زیادہ (قابل قدر) کوئی بڑی نعمت اللہ نے نہیں دی۔

(۱۳) بچے تمام انسانوں کو طبعی طور پر مرغوب ومحبوب ہیں۔ (سورہ آل عمران: ۱۴)

(۱۴) بچے دنیا کی زیب وزینت ہیں۔ (سورہ کہف: ۴۶)

(۱۵) بچے سراپا نعمت الٰہی ہیں۔ (سورہ اسراء: ۶، شعراء: ۱۳۲، نوح: ۱۲)

(۱۶) نیک وصالح بچے دنیا وآخرت میں باعث فخر وناز ہیں۔ (سورہ سبا: ۳۷)

(۱۷) مطیع وفرماں بردار بچے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ (سورہ فرقان: ۷۴)

(۱۸) بچے ماں باپ کے لخت جگر ہیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رض کی شان میں فرمایا کہ فاطمہ رض میرے جگر کا ٹکڑا ہیں۔ (بخاری: ۳۷۶۷، مسلم: ۹۳/ ۲۴۴۹)

(۱۹) نیک بچے اپنے والدین کے لئے اجر وثواب کے باعث ہیں۔ (حدیث)

(۲۰) بچوں کی پوری عمر اوراس کی ہر سانس والدین کے لئے اجر وثواب کے موجب ہیں۔ (حدیث)

(۲۱) خاندانی خصوصیات وامتیازات کے صحیح ترجمان اوران کی عزت وعظمت کے کلی محافظ ہیں۔

(۲۲) بچے کا قرآن مجید پڑھنا، سیکھنا والدین کے معافی کا ضامن ہے۔ (حدیث)

(۲۳) نیک اولاد بہترین صدقہ جاریہ ہیں اوران (والدین) کے لئے دعائے مغفرت کا بڑا اہتمام کرنے والے ہیں۔ (حدیث)

(۲۴) نیک وصالح اولاد کی طرف سے کئے جانے والے اعمال (ذکر وتلاوت، صدقہ وخیرات اوردعائے رحمت ومغفرت وغیرہ) کا ثواب فوت شدہ ماں باپ کو ملتا رہتا ہے۔ (حدیث)

(۲۵) بچوں کی دعائے مغفرت، آخرت میں ماں باپ کی ترقی درجات کا سبب بنتی ہے۔ (احمد، ابن ماجہ، طبرانی اوسط)

(۲۶) بچے کو قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا (ناظرہ) سکھائے تو اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔

(۲۷) جو شخص اپنے چھوٹے بچے کا دل خوش کرتا ہے اللہ رب العزت اس باپ کا دل خوش فرمادے تے ہیں۔ (حدیث)

یاد رکھئے! اب جس بچے کے اندر اللہ تعالیٰ نے اتنی ساری خوبی رکھی ہے اسے بیجا نقصان پہنچانا، یا اسے دنیا میں آنے سے پہلے ہی مار ڈالنا یہ سراسر ظلم ہے، کیوں کہ عامۃً چار مہینہ میں بچے کے اندر جان پیدا ہوجاتی ہے، پھر اس کے بعد کوئی حمل کو ساقط کردے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کٹگھرے میں کھڑا کریں گے، کیوں کہ آپ نے بچے کو گرا کر اس کی جان لی ہے، اس لئے اپنے آپ کو اللہ کی نظر میں قاتل کی فہرست میں شمار کئے جانے سے بچیں اور بیجا بچوں کی جان نہ لیں، اسی طرح حمل روکنے کی تدابیر اختیار نہ کریں کیوں کہ بچہ کا بھیجنا اس دنیا میں اللہ نے فیصلہ کیا ہے تب ہی تو حمل ٹھہرایا، اور اگر آپ اسے ساقط کردیں تو یہ سراسر ظلم ہے، اور آج کے دور میں جو حمل روکنے کی مختلف تدابیر ہیں ان سے اپنے آپ کو بچائیں، اور مغربی کلچر کی اتباع (Follow) کرنے سے باز آئیں۔

صحابہ کرامؓ سے عزل ثابت ہے لیکن انہوں نے نس بندی اور فیملی پلاننگ جیسی گھٹیا سوچ نہیں رکھی، البتہ عزل کی صورت حدیث میں ملتی ہے لیکن شرح پیدائش میں کمی ہرگز نہیں تھی، بلکہ وقتی طور پر پیش آنے والے کسی عذر کے پیش نظر اس کا ارتکاب کیا جاتا تھا، صحابہؓ تو یہ سمجھتے تھے کہ شریعت (جو فطرت ہی کا دوسرا نام ہے) نے عورت کو "حرث" (کھیتی) سے تعبیر کیا ہے، کھیت کا مقصد پیداوار میں اضافہ ہونا ہے اسی بنا پر صحابہؓ کی کثرت سے اولاد تھی، اور وہ اس حدیث پر عمل کرتے رہے: "تزوجوا الودود الولود فانی مکاثربکم الأمم" ترجمہ: محبت کرنے والی اور کثرت سے

بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو کیوں کہ قیامت کے دن تمہاری کثرت سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

الغرض! صحابہ کرامؓ نے اس حدیث پر عمل کیا اور پھر انہوں نے کثرت سے شادیاں کی اور اللہ تعالیٰ نے کثرت سے اولاد عطا کی، اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اتباع کرتے رہے، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ''**رضی الله عنهم ورضوعنه**''کا پروانہ دے دیا، نیز حضور ﷺ نے ''**أصحابی کالنجوم بأیهم اقتدیتم اهتدیتم**'' سے تشبیہ دی اور کہا کہ میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں کسی ایک کی بھی اتباع کروگے تو کامیاب ہوجاؤ گے۔ اگر کوئی شخص صحابیٔ رسول ہی کی اتباع کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو دونوں جہاں کی کامیابی عطا فرمائیں گے۔

بہر حال صحابہ کرامؓ کی کثرت سے اولاد تھی اور ان میں سے ہر ایک کا مکمل ذکر محفوظ نہیں لیکن چند مشہور صحابہؓ کا ذکر ملتا ہے، یہاں بطور مثال کے چند صحابہ کرامؓ کی کثرتِ اولاد کی فہرست ذکر کی جاتی ہے، تاکہ اس سے آپ خود اندازہ لگائیں کہ صحابہؓ نے فیملی پلاننگ کے بارے میں نہیں سوچا بلکہ کثرت سے اولاد ہوئی، اور یہ صرف صحابہؓ ہی نہیں ان کے بعد تابعین تبع تابعین اور بزرگانِ دین کی بھی کثرت سے اولادیں ہوئی، چند سالوں سے اس پر زور دیا جارہا ہے کہ ہم دو ہمارے دو جبکہ شریعت مطہرہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں اور نہ شریعت اس چیز کی اجازت دیتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کی کثرتِ اولاد

- حضرت آدم علیہ السلام کے یہاں ۴۰/اولاد ہوئی۔
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں ۸/اولاد ہوئی۔
- حضرت اسماعیل علیہ السلام کے یہاں ۱۲/اولاد ہوئی۔
- حضرت یعقوب علیہ السلام کے یہاں ۱۲/اولاد ہوئی۔

o حضرت ہود علیہ السلام کے یہاں ۴/ اولاد ہوئی۔
o حضرت داؤد علیہ السلام کے یہاں ۱۹/ اولاد ہوئی۔
o حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہاں ۶/ اولاد ہوئی۔
o حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۵/ اولاد ہوئی۔
o حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۶/ اولاد ہوئی۔
o حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں ۳۶/ اولاد ہوئی۔
o حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے یہاں ۲۰/ اولاد ہوئی۔
o حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے یہاں ۲۸/ اولاد ہوئی۔
o حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۷/ یا ۱۸/ اولاد ہوئی۔
o حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ۶/ اولاد ہوئی۔
o حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۴/ اولاد ہوئی۔
o حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۴/ اولاد ہوئی۔
o حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے یہاں ۳۶/ اولاد ہوئی۔
o حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے یہاں ۷/ سے زائد اولاد ہوئی۔
o حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۶/ اولاد ہوئی۔
o حضرت حارث بن نوفل رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۶/ اولاد ہوئی۔
o حضرت عبداللہ بن مفضل مزنی رضی اللہ عنہ کے یہاں ۷/ اولاد ہوئی۔
o حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کے یہاں ۸/ اولاد ہوئی۔
o حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے یہاں ۳۱/ اولاد ہوئی۔
o حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۶/ اولاد ہوئی۔
o حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۰/ اولاد ہوئی۔

خاتمہ

بچیوں کیلئے رخصتی کے وقت نصیحتوں کا گلدستہ

o حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے یہاں ۳/اولاد ہوئی۔
o حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۰/اولاد ہوئی۔
o حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے یہاں ۴/اولاد ہوئی۔
o حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کے یہاں ۳۲/اولاد ہوئی۔
o حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کے یہاں ۷/اولاد ہوئی۔
o حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۰/اولاد ہوئی۔
o حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے یہاں ۱۴/اولاد ہوئی۔
o حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے یہاں ۷/اولاد ہوئی۔
o حضرت ابوعمر قدامہ رضی اللہ عنہ کے یہاں ۴/اولاد ہوئی۔
o حضرت ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ کے یہاں ۵/اولاد ہوئی۔
o حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کے یہاں ۵/اولاد ہوئی۔
o حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے یہاں ۵/اولاد ہوئی۔
o حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے یہاں ۵/اولاد ہوئی۔
o حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے یہاں ۵/اولاد ہوئی۔
o حضرت نافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے یہاں ۶/اولاد ہوئی۔
o حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے یہاں ۱۶/اولاد ہوئی۔

☆☆☆☆☆

اسلامی عربی ادب کا دامن بچوں کے لئے بے شمار اور پاکیزہ نصائح سے بھرپور ہے جو نفوس کی صفائی اور ارواح کی تروتازگی کا باعث ہے۔تقریباً ہر مشہور شخصیت نے بچوں کے لئے مفید نصیحتوں کی پاکیزہ میراث چھوڑی ہے جو اخلاق وآداب کی حامل ہے۔میں نے مربیوں کے مشورہ سے بچوں کے لئے وصیتوں اور نصیحتوں کی جستجو کی،تو میں متنوع پھولوں کے باغات،چشموں کی کثرت اور حسین وجمیل مناظر سے واقف ہوا۔اور تمام نصائح میں سے ان نصیحتوں کا انتخاب کیا جو والدین اپنی بچیوں کو سسرال کے لئے رخصت کرتے وقت کیا کرتے ہیں۔

ہم اعلیٰ و بلند عربی تاریخ میں ایک وصیتوں کا گلدستہ پیش کرتے ہیں،جس کے ہر پھول میں الگ الگ خوشبو اور مفید نصیحتوں میں سے ہے،اگر بچیاں ان پر عمل پیرا ہو جائیں تو ان کی زندگی خوشگوار ہوجائے گی، لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا والدین نصیحت کرنے میں عار محسوس کرنے لگے،جس کی وجہ سے سسرال میں روزمرہ میں میں تو تو کا ڈرامہ بن گیا،اور بچیاں (بہو) اپنے ساس سسر کو پرائے سمجھنے لگیں، جس کی وجہ سے آپس میں نااتفاقی ہونے لگی،چنانچہ یہ نصیحت بچیوں کے لئے جامع قسم کی ہے،الفاظ تو اس کے تھوڑے ہیں مگر معانی ومضامین سے پُر ہیں،اور یہ بلند معاشرتی آداب میں سے بھی ہے،میں نے چاہا کہ اس مبارک کتاب کے ایک گوشہ میں نصیحتوں کا گلدستہ شامل کردوں،کیوں کہ ان نصیحتوں میں ایسے محاسن ہیں جو تمام عورتوں کے لئے نفع بخش ہیں۔

اوّلاً والدین آپس میں ایک دوسرے کی عزت کریں گے،ایک دوسرے کا لحاظ کریں گے،عزتِ نفس کا پاس رکھیں گے،تلخ کلامی اور قابل اعتراض گفتگو سے گریز کریں گے،نماز روزے کی پابندی کریں گے اور گھر میں دینی ماحول بنائیں گے،تو بچوں کو بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملے گا،اور وہ اپنے ماں باپ کی نصیحتیں قبول کرتے

ہوئے انہی کے کردار سے اپنے کردار کو تعمیر کرنے کی کوشش کریں گے۔ یاد رکھئے! آج کا بچہ کل کسی کا شوہر اور پھر باپ بنے گا، اسی طرح آج کی بچی کل کسی کی بیوی اور پھر ماں بنے گی، لہٰذا ان کو سمجھانے میں ہرگز کوتاہی نہ کریں۔

سسرال کے متعلق بچیوں کو نصیحت کیجئے

خاص طور پر ماں کو اپنی بچی کی تربیت پر بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے، اور جب اس کی شادی کے دن قریب ہوں، تو یہ باتیں بھی اسے سمجھائیے کہ شادی کے بعد اپنے شوہر کے کھانے، پینے، اوڑھنے، پہننے اور آرام کا خیال رکھے، گھر کی صفائی ستھرائی کا اہتمام رکھے، اس کے ماں باپ کی اپنے والدین کی طرح عزت کرے، ان کی حسب استطاعت خدمت کرتی رہے، اپنی نندوں سے حسنِ سلوک کرے، دیورانی اور جٹھانی سے بھی تعلق اچھا رکھے، ان سے اُلجھنے سے بچے، اپنے دیگر سسرالی رشتہ داروں کا بھی احترام کرے۔

خاص طور پر شوہر کے ذہنی اور جسمانی سکون کا خیال رکھے، گھریلو اخراجات میں اس کی مالی حالت کو پیش نظر رکھے، اس کی آمدنی پر اپنی غیر ضروری خواہشوں اور فرمائشوں کا بوجھ نہ ڈالے، بلکہ کفایت شعاری سے کام لیتے ہوئے ضروریات کا دائرہ بھی محدود سے محدود تر رکھے۔

جب شوہر کام کاج سے فارغ ہو کر تھکا ہارا گھر آئے، تو آتے ہی گھریلو مسائل اور اُلجھنوں کے بارے میں گفتگو نہ کرے بلکہ اسے سکھ کا سانس لینے دے، کھانے پینے کو پوچھے، شوہر کی آمد سے پہلے اپنا حلیہ درست کرلے اور اپنے رویہ سے باقاعدہ اس بات کا اظہار کرے کہ شوہر کی آمد اس کے لئے باعث خوشی و مسرت ہے، بلکہ ہو سکے تو اس کی رضا کے لئے ظاہری زینت کا خیال رکھے کہ اسے دیکھتے ہی شوہر کی ساری تھکاوٹ دور ہوجائے۔

بچیوں کو گھر گھرستی سکھایئے

بیان کردہ نصیحتوں کے علاوہ ماں کو چاہئے کہ کھانے پکانے، صفائی ستھرائی اور گھریلو کام کاج میں اپنی بچی کی دلچسپی پیدا کرے، تاکہ اسے شادی کے بعد اس قسم کے طعنے نہ سننے پڑیں کہ تمہیں تمہارے ماں باپ نے سکھایا ہی کیا ہے؟ جب گھر گھرستی نہیں آتی تھی تو شادی کیوں کی؟ نواب زادی کو کچھ آتا ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ شادی کے بعد شوہر کے علاوہ ساس، سسر، نند، دیورانی اور جٹھانی جیسے بہت سے نئے رشتے اس سے وابستہ ہوجاتے ہیں، لہٰذا ماں کا اچھی نصیحتیں کرنا اور گھریلو کام کاج سکھانا بچی کا گھر بسانے میں معاون ثابت ہوگا۔ جیسا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: لڑکیوں سے کہو کہ جو کام کھانے پکانے، سینے پرونے، کپڑے رنگنے، کوئی چیز بُننے کا گھر میں ہوا کرے اسے غور سے دیکھا کرو، یعنی اسے اچھی طرح سیکھو۔

ایک باپ کی اپنی بیٹی کو نصیحت

پیاری بیٹی! اس نئے گھر کو مبارک کرے اور نیک عمل کرنے کی توفیق دے، جو تمہاری آئندہ زندگی کو صحیح معنوں میں کامیاب بنائے، اور ہر قسم کی مصیبتوں سے تمہیں محفوظ رکھے، اور اس جوڑے کو ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین

لختِ جگر! تم آج مجھ سے رخصت ہو رہی ہو، اس جدائی کا جو صدمہ مجھے ہے وہ میں ہی جانتا ہوں، یا ہر وہ ماں باپ جانتے ہیں جو اپنی لڑکی کو ایسے وقت رخصت کرتے ہیں، یہ صدمہ کچھ تنہا مجھ ہی کو نہیں ہے بلکہ تمہارے بھائی، بہن، سہیلیوں، ماں، خویش واقارب اور محلہ کی سب عورتوں کو ہے، اس خوشی کی تقریب میں گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے، تمہاری ماں چیخیں مار مار کر رو رہی ہے، اور تمہاری بہن اور سہیلیاں

سسکیاں بھر بھر کر رو پیٹ رہی ہیں، تمہارے بھائی آنسوؤں کے دریاؤں میں غوطہ زن ہیں، مگر سب مجبور ہیں۔

قدرت کی جانب سے یہی انتظام ہے اور ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے، تم ماں باپ کے گھر کو ویران کر کے سسرال کا گھر آباد کرنے جارہی ہو، خدا تمہارے سسرال کو ہمیشہ آباد رکھے، میں تمہیں چند باتوں کی نصیحت کرتا ہوں، تم اس پر ضرور عمل کرنا تاکہ دنیا کا گھر بھی تمہارے لئے جنت رہے۔

ساس: تم ساس کو اپنی ماں سمجھو، ان کی مرضی پر چلو، کوئی لفظ ایسا نہ بولو جس سے ان کو تکلیف ہو، اور جب ان کو بُلاؤ تو ماں ہی کے لفظ سے بلاؤ، اماں یہ کام کروں یا نہ کروں، یا آپ یہ فرمائیں تو یہ کام کروں یا نہ کروں، غرض ان کی تعظیم وادب میں ضد، جھگڑا و تکرار نہ کرو، اگر وہ کبھی کبھار کسی بات کی جائز تنبیہ کریں اور طعن و تشنیع کریں تو چپ رہو، پلٹ کر جواب مت دو، ایک چپ میں ہزاروں بلائیں ٹل جاتی ہیں، سگی ماں کی طرح ان کی خدمت کرو، جو کام کرو ان سے پوچھ کر کرو، جہاں کہیں آنا ہو ان سے پہلے دریافت کرو، بے شرمی کی باتیں ان کے سامنے مت کرو، نہ زیادہ ہنسو اور نہ ادھر اُدھر کی باتیں کرو۔

خسر (سسر): خسر کو اپنا باپ سمجھو اور باپ کی طرح ان کی خدمت و تعظیم کرو، ابا جان یا آپ کے لفظ سے ان خطاب کرو اور ان کو خوش رکھو، ان کی مرضی پر چلو تاکہ وہ تمہیں لائق بہو سمجھیں، ساس سسر سے علیحدہ رہنے کی کوشش مت کرو جو عورتیں ایسا کرتی ہیں وہ بُری سمجھی جاتی ہیں، اگر وہ خود ہی کسی خاص مصلحت سے علیحدہ رکھیں تو ان کی مرضی سے علیحدہ رہنے میں کوئی حرج نہیں، نند، دیورانی، جٹھانی کے ساتھ ہمیشہ نیک برتاؤ کرو، جب تم ان سے اچھا سلوک کروگی وہ بھی تمہارے ساتھ نیک سلوک کریں گی، جیسا کروگی ویسا پاؤ گی۔ ان سے لڑائی جھگڑا مت کرو، اگر وہ طعن و تشنیع

کریں تو تم خاموش رہو، جواب دینے کی کوشش مت کرو، چھوٹی نند کو چھوٹی بہن اور بڑی نند کو بڑی بہن سمجھو، بڑوں کا ادب کرو اور چھوٹوں پر شفقت کرو۔

بعض بے وقوف عورتیں شادی کے دن سے یہ چاہتی ہیں کہ ہم ساس سسر سے الگ تھلگ رہیں گے، اور ساس نندوں سے جھگڑا شروع کر دیتی ہیں، ایسا کرنے سے زندگی بھر پریشان رہتی ہیں، تم ہرگز ایسا کرنے کا ارادہ نہ کرنا۔ اگر کوئی خادمہ ہو تو اس کی بھی عزت کرو تاکہ وہ تمہارا خیال رکھے، اور اس سے راز و پردے کی باتیں نہ کرو، اس سے خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔

خاوند کی خدمت: اب جس کے ساتھ تم کو رخصت کر رہا ہوں، وہ تمہارا سرتاج، خاوند، تمہارا شریک اور رفیق حیات ہے، اس کے ساتھ تمہیں اپنی زندگی کے دن گزارنے ہوں گے، اسی سے تمہاری ساری تمنائیں پوری ہوں گی، اس لئے تم پر سب سے پہلا یہ فرض ہے کہ تم اپنے سرتاج اور خاوند کی اطاعت کرو، اور ہر ممکن طریقے سے اس کی مرضی پر چلو اور ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرو، اتفاق واتحاد سے رہو، اختلاف ونفاق اور شقاق سے بچتی رہو اور کسی بات پر ضد مت کرو، حیثیت اور طاقت سے زیادہ خرچہ پانے کا مطالبہ نہ کرو، کوئی طعن وتشنیع کی باتیں مت کرو اور نہ کسی چیز میں پریشان کرو، خاوند کو جب تم خوش رکھوگی وہ تمہیں بھی خوش رکھے گا، خاوند کا بڑا درجہ ہے، وہ تمہارا قوام ہے، وہ تمہارا نگہبان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ" (سورۃ النساء: ۳۴) ترجمہ: مرد حاکم ہے عورتوں پر اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے، اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔ (بیان القرآن)

خاوند کی اطاعت اور فرماں برداری کرنے والی عورت جنتی ہے، اگر تم چاہتی ہو

کہ دنیا میں تمہارے لئے جنت ہو اور آخرت میں بھی جنت ملے، تو تم اپنے سرتاج وشوہر کی خدمت کرتی رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "إذا صلت المرأة خمسها و صامت شهرها و حفظت فرجها و أطاعت زوجها قيل لها ادخلي الجنة من أي أبواب الجنة شئت" جو عورت پانچوں وقت کی نماز ادا کرتی ہے اور رمضان کا روزہ رکھتی رہی، اور پاکدامن رہی اور شوہر کی فرماں برداری کرتی رہی، تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے گی۔ (مشکوٰۃ)

عن أم سلمة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أيما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة (رواه الترمذی) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے خاوند کو خوش کر کے مرے گی وہ جنت میں داخل ہوگی۔ اس لئے تم اپنے خاوند کو ہمیشہ خوش رکھو، یہی خوشی جنت میں لے جائے گی، یوں سمجھو کہ تمہارا خاوند جنت اور دوزخ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عورت تو دیکھ بھال لے تیرا خاوند جنت ودوزخ ہے۔ (ابن سعد) یعنی خاوند کو خوش کر کے جنت میں جاؤ گی، وہ عورت بہت نیک ہے جو اپنے خاوند کو خوش رکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسی عورت سب سے اچھی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب عورتوں میں وہ عورت اچھی ہے جب اس کا خاوند اس کو دیکھے تو خوش کر دے، جب حکم دے تو اس کو بجا لائے اور اپنے جان ومال میں اس کے خلاف نہ کرے۔ (بیہقی) یعنی جب تمہارا خاوند کسی کام کا حکم دے فوراً اس کو بجا لاؤ، حیلہ بہانہ مت کرو۔

عن طلق بن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إذا الرجل دعا زوجته

لحاجته فلتأته وان كانت على التنّور (رواه الترمذی) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب خاوند اپنی بیوی کو خاص ضرورت (ہمبستری) کیلئے بُلائے تو اس کو چاہئے کہ فوراً حاضر ہوجائے، گرچہ وہ ضروری کام روٹی وغیرہ پکانے میں مشغول ہی کیوں نہ ہو۔

تم کبھی بھی ان کو ناخوش نہ رکھو ورنہ تمہاری نماز قبول نہیں ہوگی۔ حدیث میں فرمایا جس کا خاوند ناراض ہو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے، جب تک کہ اس سے خوش نہ ہوجائے۔ (بیہقی)

عن أبی هريرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو كنت أمر احدا أن يسجد لاحد لأمرت امرأة أن يسجد لزوجها (رواه الترمذی) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں کسی دوسرے کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا، تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے''۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خاوند کا عورت پر بڑا حق ہے۔

بِلا خاوند کا حق ادا کئے خدا کا بھی حق ادا نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی عورت اپنے رب کے حق کو ادا نہیں کرسکتی، یہاں تک کہ اپنے خاوند کے حق کو ادا کردے۔ (الحاکم ترغیب)

ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ خاوند کا عورت پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خاوند کا حق بیوی پر یہ ہے کہ اگر خاوند کا جسم زخموں سے پُر ہو، یا اس کے ناک سے خون اور پیپ بہتا ہو اور بیوی اس کو زبان سے چاٹے، پھر اس کو نگل جائے پھر بھی اس کا حق ادا نہیں ہوگا۔ (ترغیب)

بغیر خاوند کی اجازت کے نفلی روزے مت رکھو اور نہ بغیر اس کی اجازت کے باہر جاؤ، جو عورتیں اپنے خاوند کی مرضی کے بغیر باہر قدم رکھتی ہیں سب چیزیں ان پر لعنت

کرتی ہیں۔ (طبرانی)

عن معاذ عن النبی ﷺ قال لا تؤذی امرأۃ زوجھا فی الدنیا الا قالت زوجتہ من الحور العین لاتوذیہ قاتلک اللہ ھو عندک دخیل یوشک ان یفارقک الینا (رواہ الترمذی) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی عورت اپنے خاوند کو تکلیف نہ پہنچائے دنیا میں، جو اپنے خاوند کو ستاتی ہیں جنتی حوروں میں سے اس کی بیوی اس عورت سے کہتی ہے، خدا برباد کرے تجھ کو اس کو مت ستا، یہ تیرا چند دنوں کا ساتھی ہے عنقریب تجھ کو چھوڑ کر میرے پاس آنے والا ہے۔

کبھی تم اپنے خاوند سے ناخوش نہ ہو اور نہ کبھی ناشکری کرو، ناشکری کرنے والی عورتیں دوزخ میں جائیں گی۔ (بخاری)

اگر کبھی تمہارا خاوند کسی بات پر ناخوش ہو جائے تو فوراً خوشامد کر کے منالو، اور ہمیشہ تم اس کی عزت کرو اور اپنے سے بڑا سمجھو، بات چیت میں ادب وتہذیب کا خیال رکھو، ان کی خدمت میں کوتاہی مت کرو اور کبھی کسی کے سامنے خاوند کی برائی وغیبت مت کرو، خاوند کی برائی کرنے والی عورت بہت بری ہے۔

اپنے پردہ کی باتیں کسی سے مت بیان کرو، حدیث میں ہے۔

عن أبی سعید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ إن من أشر الناس عند اللہ منزلۃ یوم القیامۃ الرجل یفضی إلی امرأتہ وتفضی إلیہ ثم ینشر سرھا (رواہ مسلم) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن مرتبے میں سب سے زیادہ وہ شخص بہت خراب ہوگا جو اپنی بیوی سے ملے اور اس کی باتیں لوگوں سے کہے، اور وہ عورت بھی بہت خراب ہوگی جو اپنے میاں سے ملی جلی اور وہ باتیں اپنی سہیلیوں سے ظاہر کرے۔ پس خاوند کی ہر بات دوسروں سے مت کہو، اس کو امانت سمجھ کر حفاظت کرو۔

خاوند اگر کھانے پینے کو اپنی حیثیت کے مطابق جو دے تم خوشی سے اس کو منظور کرلو اور اس پر اعتراض مت کرو، اگر تمہاری طبیعت کے خلاف کوئی بات ہو تو صبر سے کام لو کسی سے شکایت مت کرو، اگر تمہارے لئے کہیں سے کوئی چیز لائے اور وہ تمہاری طبیعت کے خلاف ہو، یعنی تم کو پسند نہ ہو تب بھی تم خوشی سے اس کو قبول کرلو، یہ مت کہو کہ یہ مجھ کو پسند نہیں ہے یا خراب ہے، اس سے اس کا دل ٹوٹ جائے اور پھر آئندہ کسی چیز کے لانے کی ہمت نہیں کرے گا، اور تمہارے لئے زیادہ لانے کی کوشش کرے گا، تم اپنے خاوند سے ہرگز کبھی کوئی خدمت نہ لو، محبتاً اگر وہ خود خدمت کے لئے تیار ہو جائے تو تم اس سے بچو۔

خاوند کی چیزوں کو قاعدے اور تمیز کے ساتھ رکھو اور چارپائی و بستر وغیرہ نہایت صفائی اور قاعدے سے بچھاؤ، اور اس کے کپڑے وغیرہ کو بروقت دھو کر (پریس کر) دیا کرو، کام کرنے میں حیلہ بہانہ مت کرو، یہ بہت بری بات ہے۔

سسرال کے دیگر عزیز اور رشتہ داروں کی بھی عزت کرو اور ادب و احترام سے بات چیت کرو، ان سے کسی معاملہ میں گستاخی نہ کرو اور نہ لڑو جھگڑو، بلکہ نہایت اخلاق اور خندہ پیشانی سے پیش آؤ اور نماز روزہ کی پابندی کرو، ہر نماز وقت پر ادا کرتی رہو، وقت سے بے وقت مت کرو اور نہ کبھی چھوڑو، روزانہ قرآن مجید کی حسب توفیق ضرور تلاوت کرتی رہو اور نماز کے بعد حسب توفیق وظیفے پڑھتی رہو، اور اسلامی وظائف کی دعائیں پڑھتی رہو، گھر کی چیز بلا اجازت کسی کو مت دو اور نہ بلا اجازت کسی کو گھر میں آنے دو۔ غرض یہ کہ نیک بی بی بنو، اللہ تعالیٰ نیک بیبیوں کی تعریف کرتا ہے، قرآن مجید نے نیک بیبیوں کے اوصاف میں فرمایا: "فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ"۔ (سورۂ نساء: ۳۴) ترجمہ: سو جو عورتیں نیک ہیں اطاعت کرتی ہیں، مرد کی عدم موجودگی میں، بحفاظت الٰہی نگہداشت کرتی ہیں۔

نیک وہ بیبیاں ہیں جو خاوند کی فرماں برداری کرنے والی ہوتی ہیں، اور خاوند کی عدم موجودگی میں مال ودولت ،عزت وآبرو کی نگرانی کرنے والی ہوتی ہیں۔ نیک بیبیوں کے فرائض میں یہ ہے کہ اپنے خاوند کی اطاعت کریں اور ان کے مال ودولت کی نگرانی اور عزت کی حفاظت کریں، اور ان کی غیر حاضری میں اپنی عزت وآبرو کی نگرانی کریں۔

عن أبي امامة عن النبي ﷺ انه يقول مااستفاد المؤمن بعد تقوى الله خيرا له من زوجة صالحة ان امرها اطاعته وان نظر اليها سرّته وان اقسم عليها ابرّته وان غاب عنها نصحته في نفسها وماله (رواه ابن ماجه) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مؤمن کے لئے تقویٰ کے بعد نیک عورت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے کہ جو شوہر کہے اس کو مان لے، اور جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کردے، اور اس کو قسم دے تو پوری کردے، اور اگر وہ گھر پر نہ ہو تو اپنے آپ کی اور اس کے مال کی پوری حفاظت کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اپنے خاوند کی خدمت گزار بنو اور اس کی خدمت گزاری سے کبھی منہ مت موڑو، گھر کی چہار دیواری میں رہو، بغیر اجازت کے کسی کے گھر مت جاؤ، اڑوس پڑوس سے زیادہ مت بولو اور ان سے عداوت (دشمنی) مت رکھو، ان کے حقوق کا خیال رکھو، اپنے خاوند کے عزیزوں کی اپنے عزیزوں سے زیادہ عزت واحترام کرو، خاوند کے (بھائی) دوست احباب سے پردہ کرو، خاوند کے سامنے اپنے آپ کو بنا سنوار کر رکھو، حتی الامکان اپنے گھر کا کام کاج خود ہی کرلیا کرو، بیکار مت رہا کرو، کام کاج میں لگی رہو گی تو تندرستی بھی اچھی رہے گی اور وقت بھی آرام سے گزر جائے گا۔

جنت کی بیویوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جھاڑو دیتی، چکی پیستی اور گھر کا کام کرلیا کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آٹا گوندھتی تھیں اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑے دھویا کرتی تھیں۔ (بخاری)

بیکار کسی کے گھر مت جاؤ اور نہ گھر کی کھڑکی سے جھانکو، گھر بستر وغیرہ خوب صاف رکھو، اپنے کپڑوں کو بھی صاف رکھو، میلی کچیلی مت رہو، کھانا خاوند اور سسرال والوں کے مزاج کے موافق بنایا کرو، نہانے دھونے اور کھانے پینے، بات چیت وغیرہ کے آداب کا خیال رکھو۔

سسرال کا حق: زوجیت کے رشتہ کی وجہ سے بہت سے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں، بیوی کے والدین اور اس کے بھائی بہن سے خاص رشتہ قائم ہو جاتا ہے، اسے مصاہرت کا رشتہ کہتے ہیں۔ کلام پاک میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے: "وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا وَّكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا" (سورۂ فرقان: ۵۴)

ترجمہ: اور وہ ہے ایسا ہے جس نے پانی (نطفہ) سے آدمی کو پیدا کیا، پھر اس کو خاندان والا، سسرال والا بنا دیا اور (اے مخاطب!) تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے سسرال کا رشتہ ثابت ہوگیا، لہٰذا بیوی کے رشتہ داروں سے محبت رکھنا اور ان کی عزت کرنا ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سسرال والوں سے بڑی محبت کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، تو ان کے جتنے رشتہ دار قید ہو کر آئے تھے سب کو آزاد کرا دیا۔ ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سردار حارث کی بیٹی جب اپنے خاندان سمیت گرفتار ہو کر آ گئی تو یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد کر دینے کے بدلہ میں ایک ایسی مقدار متعین کر دی جو ان کی طاقت سے زیادہ تھی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس امداد کے لئے تشریف لائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم امداد چاہتی ہو یا اس سے بھی بہتر چیز چاہتی ہو، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمہاری طرف سے

مالِ کتابت ادا کردوں اور تم مجھ سے نکاح کرلو، یہ راضی ہوگئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح کرلیا اور مالِ کتابت ادا کردیا۔ جب صحابہ کرامؓ کو اطلاع ہوئی تو حضرت جویریہؓ کے رشتہ دار جو سو گھرانوں کے قریب تھے، غلامیت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ پر تقسیم ہوچکے تھے، یہ کہہ کر سب کو آزاد فرمادیا کہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سسرال کے رشتہ دار ہیں، جواب غلام نہیں رہ سکتے۔ اس پر حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ جویریہؓ سے زیادہ کسی نے اپنی قوم کو فائدہ پہنچایا ہو۔ (ابوداؤد)

گلدستۂ نصیحت: ایک تابعی بزرگ حضرت عبدالملک بن عمیرؒ بیان کرتے ہیں: کہ جب عوف بن ملحم شیبانی نے اپنی بیٹی کی شادی ایاس بن حارث کندی سے کی، تو بیٹی کو تیار کیا گیا اور رخصتی کے وقت لڑکی کی والدہ اُمامہ اسے نصیحت کرنے کے لئے اس کے پاس آئی اور کہنے لگی: پیاری بیٹی! اگر اس بنیاد پر کسی کو نصیحت نہ کرنا درست ہوتا کہ وہ ادب میں اعلیٰ مقام اور حسب نسب بھی عالی شان رکھتا ہے، تو میں تجھے بھی نصیحت نہ کرتی اور تجھے پند و نصیحت کرنے سے آزاد سمجھتی (لیکن ایسا نہیں ہے) نصیحت ایسی چیز ہے جو غافل کی غفلت دور کردیتی ہے، اور سمجھدار کے لئے سوجھ بوجھ کا ذریعہ بنتی ہے۔

اے بیٹی! اگر باپ کے مالدار ہونے کی بنا پر یا بیٹی کو باپ کی سخت ضرورت ہونے کی وجہ سے کوئی عورت شوہر سے بے نیاز ہوسکتی، تو تو سب سے زیادہ بے نیاز ہوتی (یعنی تجھے شوہر کی کوئی ضرورت نہ ہوتی) مگر ایسا نہیں ہے۔ عورتیں پیدا ہی مردوں کے لئے کی گئی ہیں، جیسے مرد عورتوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

اے بیٹی! جس ماحول میں تیری پیدائش ہوئی اور جس گھونسلے میں تو نے پرورش پائی، تو اسے خیرباد کہہ کر ایسی جگہ جارہی ہے جس سے تو انجان ہے، اور ایسے ساتھی کی طرف جارہی ہے جس سے تو نامانوس ہے، وہ تجھ پر اپنی ملکیت کے سبب بادشاہ بن گیا

ہے،تو اس کی لونڈی (فرماں بردار) بن جانا۔ (اسلامی زندگی: ص ۳۲)

اے میری لختِ جگر! آج تو اس فضا کو الوداع کہہ رہی ہے جس میں تو پیدا ہوئی، آج تو اس نشیمن کو پیچھے چھوڑ رہی ہے جس میں تو نے نشونما پائی، ایک ایسے آشیانے کی طرف جارہی ہے جسے تو نہیں جانتی، اور ایک ایسے ساتھی کی طرف کوچ کر رہی ہے جس کو تو نہیں پہچانتی، پس وہ تجھے اپنے نکاح میں لینے سے تیرا نگہبان اور مالک بن گیا، تو اس کے لئے فرماں بردار کنیز بن جا، وہ تیرا وفادار غلام بن جائے گا۔

اس کے کھانے کے وقت کا خاص خیال رکھنا اور جب وہ سوئے اس کے آرام میں مخل نہ ہونا، کیوں کہ بھوک کی حرارت شعلہ بن جایا کرتی ہے اور نیند میں خلل اندازی بغض کا باعث بن جاتی ہے۔

اس کے گھر اور مال کی حفاظت کرنا، اس کی ذات کی، اس کے نوکروں کی اور اس کے عیال کی ہر طرح سے خبر گیری کرنا۔

اس کے راز کو افشا مت کرنا اور نہ اس کی نافرمانی کرنا، اگر تو اس کے راز کو افشا کردے گی تو اس کے غدر سے محفوظ نہیں رہ سکے گی، اور اگر تو اس کے حکم کی نافرمانی کرے گی تو اس کے سینہ میں تیرے بارے میں غیظ و غضب بھر جائے گا۔

جب وہ غمزدہ اور افسردہ ہو تو خوشی کے اظہار سے اجتناب کرنا، اور جب وہ شاداں و فرحاں ہو تو اس کے سامنے منہ بگاڑ کر مت بیٹھنا، پہلی خصلت آدابِ زوجیت کی ادائیگی میں کوتاہی ہے اور دوسری دل کو مکدر کر دینے والی ہے۔

جتنا تم سے ہو سکے اس کی تعظیم بجالانا، وہ اسی قدر تمہارا احترام کرے گا۔

جس قدر تم اس کی ہم نوا رہو گی، اسی کے بقدر وہ تمہیں اپنا رفیق حیات بنائے رکھے گا۔

اچھی طرح جان لو تم جس چیز کو پسند کرتی ہو اسے نہیں پا سکتی، جب تک تم اس کی

رضا کو اپنی رضا پر اور اس کی خواہش کو اپنی خواہش پر ترجیح نہ دو گی، خواہ وہ بات تمہیں پسند ہو یا نہ ہو۔

اے بیٹی! اگر نصیحت کسی کے عقل وخرد یا اعلیٰ نسب کی وجہ سے کی جاتی، تو میں اسے ضرور چھوڑ دیتی اور تجھ سے چھپاتی، مگر یہ عقلمند کے لئے یاددہانی کے طور پر اور بے سمجھ کے لئے بطور تنبیہ کی جاتی ہے، اس لئے میں تجھے نصیحت کر رہی ہوں۔

اے میری بیٹی! اگر عورت اپنے والدین کی دولت مندی اور ان کی والہانہ محبت کی وجہ سے مستغنی ہوتی، تو سب سے زیادہ میں اپنے خاوند سے لاپروا اور مستغنی ہوتی، مگر ایسا نہیں، بلکہ جس طرح عورتوں کے لئے مرد پیدا کئے گئے ہیں بالکل اسی طرح عورتیں مردوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔

اے بیٹی! تو ایک مانوس ماحول اور وطن سے دور ایسے ماحول میں جارہی ہے جسے تو نہیں جانتی، ایک ایسے ساتھی کے ہاں تجھے جانا ہے جس کے ساتھ تو مانوس نہیں جب کہ وہ تیرا مالک بن جائے گا، لہٰذا تو اس کی لونڈی بن جانا اس طرح وہ تیرا غلام بن جائے گا۔

اپنے خاوند کے ساتھ قناعت اور سادگی سے زندگی گزارنا۔

اس کی بات غور سے سننا اور اطاعت کرنا کیوں کہ قناعت میں دل کو راحت پہنچتی ہے، اور اطاعت وفرماں برداری میں مالک (خاوند) خوش ہوتا ہے۔

تجھ سے خاوند کی مرضی کے خلاف کوئی بات سرزد نہ ہو۔

تیرا خاوند تجھے صاف ستھرے اور مہکتے لباس میں ملبوس ہی دیکھے۔ اے میری بیٹی! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ عطر کی عدم موجودگی میں پانی سب سے خوشبودار ہے، اس سے نہا اور بناؤ سنگار کر، حسن پیدا کرنے کے لئے تیرے پاس سرمہ موجود ہے، اس سے زیادہ کوئی چیز اچھی نہیں۔

''اے بیٹی! اللہ تعالیٰ تیرا بھلا کرے، چنانچہ وہ بچی رخصت ہو کر اپنے شوہر کے پاس آئی، اپنی ماں کی ان زریں نصائح کو اس نے اپنا حرز جان بنائے رکھا، اور اس نے عزت و آرام کی قابل رشک زندگی گزاری۔ بادشاہ اس کی بڑی قدر کیا کرتا تھا، اور اس کی نسل سے یمن کے سات بادشاہ تولد ہوئے''۔

ایک ماں کی اپنی بیٹی کیلئے دس نصیحتیں

(۱) میری پیاری بیٹی، میری آنکھوں کی ٹھنڈک، شوہر کے گھر جا کر قناعت والی زندگی گزارنے کا اہتمام کرنا، جو دال روٹی ملے اس پر راضی رہنا، جو روکھی سوکھی شوہر کی خوشی کے ساتھ مل جائے، وہ اس مرغ پلاؤ سے بہتر ہے جو تمہارے اصرار کرنے پر اس نے ناراضگی سے دیا ہو۔

(۲) میری پیاری بیٹی! اس بات کا خیال رکھنا کہ اپنے شوہر کی بات کو ہمیشہ توجہ سے سننا، اور اس کو اہمیت دینا نیز ہر حال میں ان کی بات پر عمل کرنے کی کوشش کرنا، اس طرح تم ان کے دل میں جگہ بنالوگی، کیوں کہ اصل آدمی نہیں آدمی کا کام پیارا ہوتا ہے۔

(۳) میری پیاری بیٹی! اپنی زیب و زینت کا ایسا خیال رکھنا کہ جب وہ تجھے نگاہ بھر کر دیکھے تو اپنے انتخاب پر خوش ہو، اور سادگی کے ساتھ جتنی بھی استطاعت ہو خوشبو کا اہتمام ضرور کرنا، اور یاد رکھنا کہ تیرے جسم و لباس کی کوئی بو یا کوئی بری ہیئت اسے نفرت و کراہت نہ دلائے۔

(۴) میری بیٹی! اپنے شوہر کی نگاہ میں بھلی معلوم ہونے کے لئے اپنی آنکھوں کو سرمہ اور کاجل سے حسن دینا، کیوں کہ پُرکشش آنکھیں پورے وجود کو دیکھنے والے کی نگاہوں میں جچا دیتی ہیں۔ غسل اور وضو کا اہتمام کرنا کہ یہ سب سے اچھی خوشبو ہے اور لطافت کا بہترین ذریعہ ہے۔

(۵) میری بیٹی! ان کا کھانا وقت سے پہلے ہی اہتمام سے تیار رکھنا، کیوں کہ دیر

تک برداشت کی جانے والی بھوک بھڑکتے ہوئے شعلے کی مانند ہو جاتی ہے، اور ان کے آرام کرنے اور نیند پوری کرنے کے اوقات میں سکون کا ماحول بنانا، کیوں کہ نیند ادھوری رہ جائے تو طبیعت میں غصہ اور چڑ چڑا پن پیدا ہو جاتا ہے۔

(۶) میری پیاری بیٹی! ان کے گھر اور ان کے مال کی نگرانی، یعنی ان کی بغیر اجازت کوئی گھر میں نہ آئے اور ان کا مال لغویات، نمائش وفیشن میں برباد نہ کرنا، کیوں کہ مال کی بہتر نگہداشت حسنِ انتظام سے ہوتی ہے اور اہل وعیال کی بہتر حفاظت حسنِ تدبر سے۔

(۷) میری پیاری بیٹی! ان کی رازدار رہنا اور ان کی نافرمانی نہ کرنا، کیوں کہ ان جیسے بارعب شخص کی نافرمانی جلتی پر تیل کا کام کرے گی، اور تم اگر اس کا راز دوسروں سے چھپا کر نہ رکھ سکی تو اس کا اعتماد تم پر سے ہٹ جائے گا، اور پھر تم بھی اس کے دو رُخے پن سے محفوظ نہیں رہ سکو گی۔

(۸) میری بیٹی! جب وہ کسی بات پر غمگین ہوں تو اپنی کسی خوشی کا اظہار ان کے سامنے نہ کرنا، یعنی ان کے غم میں برابر کی شریک رہنا، شوہر کی کسی خوشی کے وقت غم کے اثرات چہرے پر نہ لانا، اور نہ ہی شوہر سے ان کے کسی رویے کی شکایت کرنا، ان کی خوشی میں خوش رہنا، ورنہ تم ان کے قلب کے مکدر کرنے والی شمار ہو گی۔

(۹) میری بیٹی! اگر تم ان کی نگاہوں میں قابل تکریم بننا چاہتی ہو، تو اس کی عزت واحترام کا خوب خیال رکھنا، اور اس کی مرضیات کے مطابق چلنا، تو تو اس کو بھی ہمیشہ اپنی زندگی کے ہر مرحلے میں اپنا بہترین رفیق پاؤ گی۔

(۱۰) میری بیٹی! میری اس نصیحت کو پلّو سے باندھ لو اور اس پر گرہ لگا لو، کہ جب تک تم ان کی خوشی اور مرضی کی خاطر کئی بار اپنا دل نہیں مارو گی، اور ان کی بات اوپر رکھنے کے لئے خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند، زندگی کے کئی مرحلوں میں اپنے دل میں

اٹھنے والی خواہشوں کو دفن نہیں کروگی، اس وقت تک تمہاری زندگی میں بھی خوشیوں کے پھول نہیں کھلیں گے۔

’’اے میری پیاری اور لاڈلی بیٹی! ان نصیحتوں کے ساتھ میں تمہیں اللہ کے حوالہ کرتی ہوں، اللہ تعالیٰ زندگی کے تمام مرحلوں میں تمہارے لئے خیر مقدر فرمائے اور ہر برائی سے تم کو بچائے‘‘۔

علی الجارم کی اپنی بیٹی کو نصیحت

یہ بنات کے لئے نصائح کے باغات میں سے ایک نغمہ سرائی خوبصورت وصیت کے پھول چنتے ہیں، ایک مشہور ادیب وشاعر ’’علی الجارم‘‘ نے اپنی بنت کے لئے یہ لطیف نظم خوبصورت قصیدۂ لامیہ کی صورت میں ہے:

یا بنتی ان اردت آیة حسن   وجمالاً یزین جسماً وعقلاً
فانبذی عارة التبرّج نبذاً   فجمال النفوس اسمی واعلی
یصنع الصانعون ورداً ولکن   وردة الروض لاتضاع شکلاً
صبغة اللّٰہ صبغةً تبهر النف   تعلیٰ الاله عزّوجلاً
ثم کونی کالشمس تسطع للناس   سواء منْ عزّ منهم وذلاّ
فامنحی المُثریات لیناً ولطفاً   وامنحی البائسات برّا وفضلا
زینة الوجه ان تریٰ العینُ فیه   شرفاً یسحرُ العیونَ ونُبلا
واجعلی شیمة الحیاء خماراً   فهو بالغادة الکریمة اولیٰ
لیس للبنت فی السعادة حظّ   کل ثوابٍ سواه یفنیٰ ویبلیٰ
واذا ماررایت یؤساً فجودی   بدموع الاحسان یهطلن هطلا
فدموع الاحسان انضرفی ال   خدّ وابهیٰ من الاولیٰ واعلیٰ
وانظر فی الضمیر ان شئست مرُ   آةً ففیه تبدوالنفوس وتجلی

ذالک نُصحی الی فتاتی وسئولی وابنتی لاتردُّ للاب سئولا

ترجمہ: بیٹی! اگر تو ایسے حسن و جمال کی نشانی چاہتی ہے جو جسم و عقل کو سنوارے، تو تجھے زینت و آرائش کر کے گھومنے پھرنے سے بچنا ہوگا اور یہ عادت چھوڑنی ہوگی، کیوں کہ نفوس کا حسن ہی اصل و اعلیٰ چیز ہے، بنانے والے پھول بناتے ہیں مگر باغ کے پھول کی شکل خراب نہیں کی جاتی، اللہ عزوجل کے دین کا رنگ ایسا رنگ ہے جو نفوس کو منور کر دیتا ہے، تم بس آفتاب کی طرح ہو جاؤ جو ہر طرف کے انسان پر طلوع ہوتا ہے خواہ وہ معزز ہو یا ذلیل۔ پس تم خوش حال عورتوں کو نرمی اور لطف کا عطیہ دو اور خستہ حال عورتوں کو نیکی اور مہربانی کا تحفہ دو، چہرہ کی زینت یہ ہے کہ آنکھ اس میں شرافت کو دیکھے جو شرافت عقل مندوں کو مسحور کر دے، اور شرم وحیاء کی عادت کو اوڑھنی بناؤ، یہ نرم و نازک لڑکی سے بہتر ہے۔

عفت و پاکدامنی کا کپڑا (لباس) پہنو، کیوں کہ اس کے علاوہ ہر لباس ختم اور پرانا ہو جائے گا، جب تو ان میں خستہ حالی کو دیکھے تو احسان کے آنسو بہادے وہ تیری اپنی منزل کی طرف بڑھیں گی، رخسار پر احسان کے آنسو زیادہ خوشنما اور موتیوں سے زیادہ روشن اور گراں قدر ہیں، اگر تم چاہو اپنے دل میں آئینہ دیکھو جس میں نفوس ظاہر ہوتے ہیں، مجلّی ہوتے ہیں، یہ میری نصیحتیں اپنی بیٹیوں کے لئے باپ کی خواہش کو رد نہیں کیا جاتا۔

ایک باپ کی اپنی بیٹی کو نصیحت

ایک باپ اپنی بیٹی کو یہ مؤثر نصیحت وصیت کرتا ہے کہ اے میری بیٹی! تو بھی ایک انسان ہے، انسان ہر زمانہ میں انسان ہونے کے ناطے کچھ وصیتوں کا حاجت مند ہوتا ہے۔

بیٹی! تو اس زمانہ میں زندگی گزار رہی ہے، وصیتیں زمانوں کے مطابق ہوتی ہیں،

ہر زمانہ کا اپنا ہی ایک رنگ و انداز ہوتا ہے، اس لئے وصیتیں اور نصیحتیں بھی مختلف ہوتی ہیں، بعض ایسی ہوتی ہیں جو اے بیٹی! تجھے تو کی جا سکتی ہیں مگر مذکر کو نہیں کی جا سکتیں، بہت سے امور میں تم دونوں مشترک بھی ہو اور تمہارے بہت سے معاملات مختلف بھی ہیں، یہ مختلف قسم کے امور و معاملات آخر وقت تک مختلف ہی رہیں گے۔

اے میری بیٹی! میں تجھے سچ بولنے کی وصیت کرتا ہوں اور عفیف زبان کی نصیحت کرتا ہوں، نیز میں تجھے عدل و کرم نوازی کی وصیت کرتا ہوں، کرم کا درجہ عدل سے اوپر ہے، اور جن چیزوں کی حرص و ہوس لوگوں میں پیدا ہوگئی ہیں ان سے احتراز کرنا، انسانی طبیعت ان چیزوں کو بلند خیال کرتی ہے، انسانی طبیعت میں پہاڑوں اور چٹانوں کی طرح نہ بدلنے والی جڑیں ہیں، البتہ انسان میں شعور و احساس موجود ہے، وہ شعور کبھی بیدار ہوتا ہے اور کبھی سو جاتا ہے، لہٰذا تمہیں علم و فکر و شعور سے استفادہ کرنا چاہیے، لیکن ایسے علم سے احتراز کرنا جو تجھے اور دوسرے لوگوں کو ضلالت و گمراہی کی طرف لے جائے۔ بے شک علم ایک قوت ہے اور علم کی چند حدود ہیں، ان میں رہتے ہوئے عمل کیا جائے، لیکن بعض لوگ ان حدود سے نکلنا چاہتے ہیں، پھر ہر میدان میں عمل کرنے لگتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ناکامی اور نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

''بچوں کے لئے وصایا و نصائح کا باب جمیل بھی ہے اور طویل بھی، ہم نے والدین اور مربین کے تجربات کا خلاصہ و حاصل پیش کر دیا ہے، جس کی ہر بچی کو اپنی حیات میں حاجت ہوتی ہے''۔

☆☆☆☆☆

تمت بعون اللہ تعالیٰ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی نوازش سے مؤرخہ ۲۲ / جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ مطابق ۴ / فروری ۲۰۲۱ء شب جمعہ کتاب ہٰذا کی تکمیل ہوئی۔

ماخذ ومراجع

اس کتاب کی ترتیب وتالیف میں چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں اور رسالوں سے استفادہ کیا گیا ہے، مثلاً سیرت انبیاء وصحابہ، تابعین وتبع تابعین، بزرگانِ دین اور اکابرین کی سوانح سے، اسی طرح ماہانہ رسائل وجرائد وغیرہ سے بھی استفادہ کیا گیا، انہی میں سے چند کا نام قابل ذکر ہے۔

شمار	نام کتاب	مصنف کا نام
۱	بیان القرآن	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ م ۱۳۶۲ھ
۲	بخاری شریف	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاریؒ م ۲۶۶ھ
۳	مسلم شریف	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیریؒ م ۲۶۱ھ
۴	سنن ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذیؒ م ۲۷۹ھ
۵	سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانیؒ م ۲۷۵ھ
۶	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائیؒ م ۳۰۳ھ
۷	مشکوٰۃ شریف	امام ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب التبریزیؒ م ۷۴۱ھ
۸	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبلؒ م ۲۴۱ھ
۹	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد بن حسین البیہقیؒ م ۴۵۸ھ
۱۰	مجمع الزوائد	حافظ نورالدین علی بن ابوبکر الہیثمی المصری م ۸۰۷ھ
۱۱	روح المعانی	ابوالفضل شہاب الدین سید محمد آلوسیؒ م ۸۵۴ء
۱۲	تفسیر بغوی	محمد حسین بن مسعود البغوی م ۵۶۱ھ
۱۳	تفسیر قرطبی	امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابوبکر قرطبیؒ م ۶۷۱ء

۱۴	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین بن کثیر الدمشقیؒ م سنہ ۷۷۴ھ
۱۵	تفسیر طبری	محمد بن جریر طبریؒ م سنہ ۳۱۰ھ
۱۶	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد طبرانیؒ م سنہ ۳۶۰ھ
۱۷	مصنف عبد الرزاق	حافظ ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانیؒ م سنہ ۲۱۱ھ
۱۸	فیض القدیر	عبد الرؤوف المناویؒ م سنہ ۱۰۳۱ھ
۱۹	کتاب الایمان	حافظ ابوبکر عبد اللہ بن محمد ابوشیبہ م سنہ ۱۴۲۰ھ
۲۰	کتاب السنن	امام ابوعبد الرحمٰن محمد بن شعیب النسائیؒ م سنہ ۳۰۳ھ
۲۱	درِ منثور	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابوبکر سیوطیؒ م سنہ ۹۱۱ھ
۲۲	بیہقی	امام ابوبکر بن حسین بن علی بیہقیؒ م سنہ ۴۵۸ھ
۲۳	دار قطنی	امام حافظ علی بن عمر دار قطنیؒ م سنہ ۳۸۵ھ
۲۴	شرح السنہ	علامہ حسین بن مسعود البغویؒ م
۲۵	البدایہ والنہایہ	علامہ ابن کثیرؒ م سنہ ۱۳۳۷ھ
۲۶	موضوعات الصغانی	رضی الدین حسن بن عبد الصغانی الحنفیؒ م سنہ ۶۵۰ھ
۲۷	فتاویٰ ہندیہ	امام محمد بن حسن شیبانیؒ م سنہ ۸۰۵ء
۲۸	بدائع الصنائع	علامہ علاء الدین ابوبکر بن سعود کاسانی حنفیؒ م سنہ ۵۸۷ھ
۲۹	رد المحتار علی الدر المختار	علامہ محمد امین بن عمر عابدینؒ م سنہ ۱۲۵۲ھ
۳۰	مدارج النبوۃ	شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ م سنہ ۱۰۵۲ھ
۳۱	امداد الفتاویٰ، اصلاحِ انقلاب	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ م سنہ ۱۳۶۲ھ
۳۲	فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ م

۳۳	ماذا عن المرأۃ	فضیلۃ العلامہ شیخ محدث مفسر فقیہ دکتور نور الدین محمد عتر حلبیؒ م ۲۰۲۰ء
۳۴	نکاح کی شرعی حیثیت	حضرت مولانا قمر الزماں الہ آبادی حفظہ اللہ تعالیٰ
۳۵	انوارِ نبوت دوسری شادی کے فضائل واحکام	حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی حفظہ اللہ تعالیٰ
۳۶	سیر الصحابہ	مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی
۳۷	تعدد ازدواج	مولانا نور الحق رحمانی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ
۳۸	گلستانِ سعدی	شیخ سعدی علیہ الرحمہ م ۶۹۱ھ
۳۹	ازدواجی زندگی کے شرعی مسائل اور انکا حل	مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب
۴۰	خاندانی منصوبہ بندی اور اسلام	علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب
۴۱	اسلام اور ضبط ولادت	ابو الاعلیٰ مودودی م ۱۳۹۹ھ

بچوں کی تربیت
اور
اس کے بنیادی اصول

۲۶۰ صفحات

- الحمدللہ ”بچوں کی تربیت اور اسکے بنیادی اصول“ پہلے ایڈیشن کے خاتمہ پر دوسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے، اس کتاب کو بہ توفیق الٰہی عوام وخواص نے پسند کیا۔
- اس کتاب کے آخر میں کم وبیش ڈھائی ہزار اسماء انبیاءؑ، بدریین، صحابہ وصحابیات اور مابعد کے راویین کے اسماء گرامی مع انگریزی مرتب کردئے گئے ہیں۔
- شاندار ٹائٹل اور مجلد ۲۶۰ صفحات سے زائد
- حسن تربیتِ اولاد کی بابت معتبر اکابردین کے ارشادات واقوال نے چار چاند لگادئے ہیں۔

پسند فرمودہ

۱۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب گھمن
۲۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی
۳۔ حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری
۴۔ حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب سہارنپوریؒ
۵۔ حضرت مولانا محمد اختر صاحب ریڑھی تاجپورہ
۶۔ حضرت مولانا مفتی سید مکرم حسین صاحب سنسارپوری
۷۔ حضرت مولانا محمود اسعد صاحب مدنی
۸۔ حضرت مولانا کلیم صدیقی صاحب
۹۔ حضرت مولانا صلاح الدین سیفی صاحب نقشبندی

شائع کردہ: مکتبۃ العراق جمشید پور، جھارکھنڈ، پن کوڈ: 832110
رابطہ: 7870206544

دین اور ایمان کو کامل بناتا ہے نکاح

منظوم تاثرات بقلم: حضرت مولانا ظفر الدین قاسمی صدر مدرس مدرسہ عبد الرب دہلی

یا الٰہی دین و دنیا کی عطا کردے فلاح
بے نکاحوں کا بھی یارب جلد ہوجائے نکاح

النکاح من سنتی پیارے نبیؐ کی ہے حدیث
سنت نبویؐ سے رشتہ جوڑ دیتا ہے نکاح

استطاعت تجھ کو حاصل ہے تو پھر تاخیر کیوں
دین اور ایمان کو کامل بناتا ہے نکاح

آپؐ نے اپنی حدیثوں میں بھی یہ فرما دیا
مرد و عورت کی نگاہیں پست کرتا ہے نکاح

عشق کے بیمار لوگوں کے لئے اِکسیر ہے
ناروا ربط و تعلق سے بچاتا ہے نکاح

اور خدا کا قول بیواؤں کے بارے میں ہے خاص
تنگدستی فقر وفاقہ کو بھگاتا ہے نکاح

شاب ہو ادھیڑ عمر یا سن رسیدہ مرد وزن
مذہب اسلام میں ہر آن ہوتا ہے نکاح

جو ادا کرتے نہیں ہیں ایک دیگر کے حقوق
بارگاہِ حق میں پھر فریاد کرتا ہے نکاح

حق تعالیٰ کے یہاں وہ آدمی محبوب ہے
دین سے ثابت طریقے پر جو کرتا ہے نکاح

نیک خصلت سے مزین ہوگئے کتنے جوان
عادتِ نامرضیہ کو دور کرتا ہے نکاح

جستجو روزی کمانے کی طرف باعزمِ تام
حوصلہ ہمت کا اچھا درس دیتا ہے نکاح

سنگدلی ذہنی تفکر ٹینشن سے ہے نجات
اور ایمانی حلاوت بھی چکھاتا ہے نکاح

اُف یہ سنت آج میرج ہوم میں ہونے لگی
کاش بن جائیں مساجد قوم کی جائے نکاح

دور ہوجاتی ہے وحشت عزلت و رہبانیت
خانۂ تاریک میں شمع جلاتا ہے نکاح

ایک سے زیادہ نکاحوں کو بھی دینا ہے رواج
خانۂ خوشحال کی رونق بڑھاتا ہے نکاح

برکت عظمٰی کا زیادہ مستحق ہوتا ہے وہ
کم سے کم خرچے میں جو انسان کرتا ہے نکاح

ہے یہی اکثر سماجی بے حیائی کا علاج
مدخل شیطان کا دَر بند کرتا ہے نکاح

بے بہا نعمت خدا کی اور سکینت کا نزول
پُرسکوں اور پُرامن گھر کو بناتا ہے نکاح

صاحب فہم وذکا، عقل وخرد کا ہے خیال
مضطر و بے چین دل کو چین دیتا ہے نکاح

قابل تحسین بودرداء عراقی کا پیام
کہ ہمیں اولاد کا اب جلد کرنا ہے نکاح

لاک ڈاؤن میں ظفر لکھی عزیزم نے کتاب
لوگ اس مدت میں سمجھے کتنا سستا ہے نکاح

Designing By: Taaj Computer Mob.7906634873, 6397827913

MAKTABA-AL-IRAQ
Fazal Colony, Road No.14, Jawaharnagar Mango, Jamshedpur (Jharkhand) Pin:832110, 7870206544, 9234401450